انسانیت

موت کے دروازہ پر

(ابوالکلام آزاد)

ناشر

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس

۱۴۹۱، کوتانہ اسٹریٹ، سوئی والان، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

فہرس

۷۸۶

بار اوّل ——— جون ۱۹۸۷ء

تعداد ——— ایک ہزار

طابع ——— کلاسیکل پرنٹرس دہلی ۶

باہتمام ——— اعتقاد حسین صدیقی

قیمت ——— -/۲۲ بائیس روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقشِ آغاز
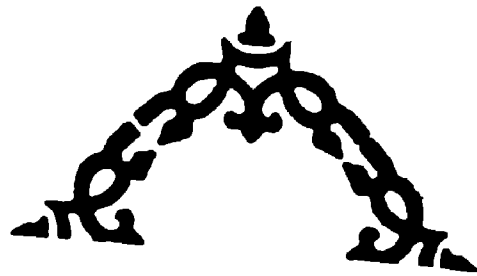
دنیا میں آنا درحقیقت آخرت کی طرف رختِ سفر باندھ جانے کی تمہید ہے۔ اس عالمِ رنگ و بُو میں آنے والے ہر نفس نے بالآخر موت کے جام کو پینا اور قبر کے دروازہ سے داخل ہونا ہے۔ یہ ایک ایسا اٹل قانون قدرت ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں۔

یہ حقیقت روزِ روشن سے زیادہ واضح ہے اور ہم ہر روز اپنے سر کی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ دنیا اور اس کی تمام چمک دمک محض ایک جلوۂ سراب ہے۔ لیکن اس کے باوصف آج ہم دُنیا اور اس کی رنگینیوں میں اس قدر کھو گئے ہیں کہ باید و شاید۔ آج نگاہوں کو خیرہ کرنے والے شان و شکوہ کے قصرِ زرنگار، مے و مینا اور شاہد و شراب ہی انسان کا منتہائے مقصود ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور عاقبت کو فراموش کر دیا گیا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

(مسلمانو! یاد رکھو ہر جان کے لئے بالآخر) موت کا مزہ چکھنا ہے۔

مقدور ہو، تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

(غالبؔ)

نے جانا ہے۔ لیکن ان جانے والوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے متعلق کہنا پڑتا ہے۔

پی گئی کتنوں کا لہو تیری یاد
غم تیرا کتنے کلیجے کھا گیا

اس قبیل کی چند عظیم المرتبت ہستیوں کے سفرِ آخرت کی، دل ودماغ کے بادشاہ خطابت کے شہسوار، قلم کے دھنی اور اُردو زبان کے سب سے بڑے ادیب حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے۔ انسانیت موت کے دروازہ پر۔۔۔ کے نام سے منظر کشی کی تھی۔ یہ پُرتاثیر، پُردرد، دل گداز اور دل سوز کتابِ عبرت اس قدر مؤثر ہے کہ شاید ہی کوئی سنگ دل ہو۔ جو اس کا مطالعہ کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں نہ لگ جائیں۔ بالخصوص مولائے کل، دانائے سُبل ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ ملک بقا کا تذکرہ دل تھام کر نہیں دل پہ پتھر رکھ کر پڑھنا پڑتا ہے۔ کون ظالم ہے جو یہ پڑھے:۔

"خبرِ وفات کے بعد مسلمانوں کے جگر کٹ گئے۔ قدم لڑکھڑا گئے۔ چہرے بجھ گئے، آنکھیں خون بہانے لگیں، ارض وسما سے خوف آنے لگا، سورج تاریک ہو گیا، آنسو بہہ رہے تھے اور تھمتے نہیں تھے۔ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم حیران و سرگرداں ہو کر آبادیوں سے نکل گئے، کوئی جنگل کی طرف بھاگ گیا، جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا، جو کھڑا تھا اسے بیٹھ جانے کا یارا نہ ہوا۔ مسجد نبوی قیامت سے پہلے قیامت کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔"

اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی آبشار نہ بہہ نکلے"؟

اکبر نے بھی کہا تھا ؂

موت کو بھول گیا دیکھ کے جینے کی بہار
دل نے پیش نظر انجام کو رہنے نہ دیا

اگر ہم اس دنیا کا بغور جائزہ لیں تو یہ ہمیں ایک مرقع عبرت، افسانہ حسرت اور آئینہ حیرت کے روپ میں نظر آئے گی۔ دنیا کے سٹیج پر جن عظیم بادشاہوں نے جاہ و جلال کے جلوے دکھائے وہ بھی چل بسے، جن لوگوں نے دنیا کی آرائش و زیبائش کو چار چاند لگائے وہ بھی نہ رہے۔ وہ اہل کمال جن سے استفادہ اور کسب فیض کرنے کے لئے ایک دنیا ان کے پاس آتی تھی، وہ بھی رخصت ہو گئے۔ اور وہ بزرگانِ دین حتیٰ کہ انبیاء کرامؑ بھی جن سے فرشتے مصافحہ کرتے تھے، یہاں سے رخت سفر باندھ گئے۔ الغرض موت سے کسی کو مفر نہیں۔ بوعلی سینا ایسے حکیم کو بھی کہنا پڑا ؂

از قعرِ گلِ سیاہ تا اوجِ زحل
کردم ہمہ مشکلاتِ گیتی را حل
بیروں جستم زِ قیدِ ہر مکر و حیل
ہر بند کشادہ شد مگر بندِ اجل

انسانی زندگی کے آخری لمحات کو، زندگی کے درد انگیز خلاصے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت بچپن سے کر اس آخری لمحہ تک کے تمام بھلے اور برُے اعمال پردۂ سکرین کی طرح آنکھوں کے سامنے نمودار ہونے لگتے ہیں ان اعمال کے مناظر کو دیکھ کر کبھی تو بے ساختہ انسان کی زبان سے درد و عبرت کے چند جملے نکل جاتے ہیں۔ اور کبھی یاس و حسرت کے چند آنسو آنکھ سے عارض پر ٹپک پڑتے ہیں۔ اگرچہ دُنیا کے اس پُل پر سے گزُر کر عقبیٰ کی طرف ہر انسان

بش ہم رکابی کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔ حضرت علیؓ کو یمن سے
لایا گیا۔ قبائل کو آدمی بھیج کر ارادۂ پاک کی اطلاع دی گئی۔ تمام ازواجِ مطہراتؓ
ور رفاقت کی بشارت سنائی۔ حضرت فاطمہؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ ۲۵ ر ذیقعد
و مسجد نبوی میں جمعہ ہوا اور وہیں ۲۶ ر کی روانگی کا اعلان ہو گیا جب ۲۶ ر کی
بح منور ہوئی تو چہرہ انور سے روانگی کی مسرتیں نمایاں ہو رہی تھیں غسل
ر کے لباس تبدیل فرمایا اور ادائے ظہر کے بعد، حمد و شکر کے ترانوں میں مدینہ
منورہ سے باہر نکلے۔ اس وقت ہزارہا خدامِ اُمت اپنے نبی رحمت کے ہمرکاب
تھے۔ یہ قافلۂ مقدس مدینہ منورہ سے ۶ میل دور، ذی الحلیفہ میں پہنچ کر رُکا
اور شب بھر اقامت فرمائی۔ دوسرے روز حضورِ پاکؐ نے دوبارہ غسل فرمایا
حضرت صدیقہؓ نے جسمِ پاک پر اپنے ہاتھوں سے عطر ملا۔ راہ سپار ہونے سے
پہلے آپ پھر اللہ کی حاضری میں کھڑے ہو گئے اور بڑے درد گداز سے
دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر قصواءؔ پر سوار ہو کر احرام باندھا اور ترانۂ لبیک
بلند کیا۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۝

اس ایک صدائے حق کی اقتداء میں ہزارہا خدا پرستوں کی صدائیں
بلند ہونے لگیں۔ آسمان کا جوف حمدِ خدا کی صداؤں سے لبریز ہو گیا اور
دشت و جبل توحید کے ترانوں سے گونجنے لگے۔ حضرت جابرؓ فرماتے
ہیں کہ حضورِ سرورِ عالمؐ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں، جہاں تک انسان
کی نظر کام کرتی تھی، انسان ہی انسان نظر آتے تھے۔ جب اونٹنی کسی
اونچے ٹیلے پر سے گزرتی تو تین مرتبہ صدائے تکبیر بلند فرماتے آوازہ

رحلتِ نبویؐ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ہ

جب اللہ کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہوا تم نے دیکھ لیا کہ لوگ، دین خداوندی میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ اب تم اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاؤ اور استغفار کرو، بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آخری حج کی تیاری

جب یہ سورت نازل ہوئی تو پیغمبر انسانیتؐ نے اللہ کی مرضی کو پا لیا کہ اب وقتِ رحلت قریب آگیا ہے جضورؐ اس سے پہلے خانہ کعبہ میں تطہیر حرم کا آخری اعلان کر چکے تھے کہ آئندہ کسی مشرک کو اللہ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی اور کوئی برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف کا نہیں کر سکے گا۔ حضورؐ نے ہجرت کے بعد فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ اب ۱۰ھ ہجری میں آرزو پیدا ہوئی کہ سفرِ آخرت سے پہلے تمام امت کے ساتھ مل کر آخری حج کر لیا جائے۔ بڑا اہتمام کیا گیا۔ کہ کوئی عقیدت

وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ	حمد اس کے لئے وہی جلاتا ہے
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ	وہی مارتا ہے اور وہی ہر چیز
لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ	پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی
أَنْجَزَ وَعْدَهُ نَصَرَ عَبْدَهُ	معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ
وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ	پورا کر دیا۔ اس نے اپنے بندے

کی امداد فرمائی اور اکیلے نے تمام قبائلی جمعیتیں پاش پاش کر دیں۔

۸ر ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام فرمایا ۹ر کو جمعہ کے روز نماز صبح ادا کر کے منیٰ سے روانہ ہوئے اور وادی نمرہ میں آ ٹھہرے، دن ڈھلے میدان عرفات میں تشریف لائے تو ایک لاکھ ۲۴ ہزار خدا پرستوں کا مجمع سامنے تھا اور زمین سے آسمان تک تکبیر و تہلیل کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ اب سرکارِ دو عالمؐ قصواء پر سوار ہو کر آفتاب عالمتاب کی طرح کوہِ عرفات کی چوٹی سے طلوع ہوئے تاکہ خطبۂ حج ارشاد فرمائیں پہاڑ کے دامن میں عائشہؓ اور صفیہؓ اور علیؓ۔ فاطمہؓ۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ خالدؓ اور بلالؓ۔ اصحاب صفہؓ اور عشرہ مبشرہؓ اور دوسری سینکڑوں اسلامی جماعتیں اور قبائلی جمعیتیں جلوہ فرما تھیں اور پہلی ہی نظر سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ والئی امت، اپنی اُمت کی موجودات لے رہے ہیں اور محافظِ حقیقی کو اس کا چارج سپرد فرما رہے ہیں۔

خطبہ حجۃ الوداع

رسول اللہؐ کے آخری آنسو، جو اس اُمت کے غم میں بہے حجۃ الوداع کے خطبہ میں جمع ہیں۔ اس وقت دولت و حکومت کا سیلاب مسلمانوں کی طرف اُمنڈا چلا آ رہا تھا اور رسول اللہؐ کا غم یہ تھا کہ دولت کی

نبویؐ کے ساتھ لاکھوں آوازیں اور اٹھتیں اور کاروانِ نبوت کے سروں پر نعرہ ہائے تکبیر کا ایک دریا سے رواں جاری ہوجاتا۔ سفر مبارک نو روز جاری رہا۔ ۴۔ ذوالحج کو طلوعِ آفتاب کے ساتھ مکہ معظمہ کی عمارتیں نظر آنے لگی تھیں۔ اور ہاشمی خاندان کے معصوم بچے اپنے بزرگ کائناتؐ کی تشریف آوری کی ہوا سُن کر اپنے اپنے گھروں سے دوڑتے ہوئے نکل رہے تھے کہ چہرۂ انور کی مسکراہٹوں کے ساتھ لپٹ جائیں۔ اِدھر سرورِ عالم شفقتِ منتظر کی تصویر بن رہے تھے۔ حضورِ پاکؐ نے اپنے کم سِن بچوں کے معصوم چہرے دیکھے تو جوشِ محبت سے جھک گئے اور کسی کو اونٹ کے آگے بٹھا لیا۔ اور کسی کو پیچھے سوار کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد کعبۃ اللہ کی عمارت نظر پڑی تو فرمایا۔

"اے اللہ! خانہ کعبہ کو اور زیادہ شرف و امتیاز عطا فرما"

معمارِ حرم نے سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا طواف فرمایا۔ پھر مقام ابراہیم کی طرف تشریف لے گئے اور دوگانۂ تشکر ادا کیا۔ اس وقت زبان پاک پر یہ آیت جاری تھی :۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى

اور مقامِ ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ۔

کعبۃ اللہ کی زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ یہاں پہ آنکھیں کعبۃ اللہ سے دوچار ہوئیں تو زبانِ پاک سے ابرِ گہر بار کی طرح کلماتِ توحید و تکبیر جاری ہو گئے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ — خدا صرف خدا، معبودِ برحق کوئی
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ — اس کا شریک نہیں۔ ملک اسکا

اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) تم سب کے لئے قابل حرمت ہے۔"

اسی نکتے پر مزید زور دے کر ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! آخر تمہیں بارگاہِ ایزدی میں پیش ہونا ہے، وہاں تمہارے اعمال کی بازپرس کی جائے گی۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا، کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنا شروع کر دو۔"

رسولِ پاکؐ کی یہ دردمندانہ وصیت زبان پاک سے نکلی اور تیر کی طرح دلوں کو چیر گئی۔ اب اُن نفاق انگیز شگافوں کی طرف توجہ دلائی، جن کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ یعنی یہ کہ اقتدارِ اسلام کے بعد غریب اور پس ماندہ گروہوں پر ظلم کیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں فرمایا:۔

اے لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اپنے اللہ سے ڈرتے رہنا تم نے نامِ خدا کی ذمّہ داری سے انہیں زوجیت میں قبول کیا ہے اور اللہ کا نام لے کر اُن کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ عورتوں پہ تمہارا یہ حق ہے کہ وہ غیر کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں، اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں ایسی مار مارو جو نمایاں نہ ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ انہیں بافراغت کھانا کھلاؤ اور بافراغت کپڑا پہناؤ۔"

اسی سلسلے میں فرمایا:۔

اے لوگو! تمہارے غلام، تمہارے غلام جو خود کھاؤ گے وہی انہیں کھلانا جو خود پہنو گے، وہی انہیں پہنانا۔"

عرب میں فساد و خون ریزی کے بڑے بڑے موجبات دو تھے

یہ فراوانی، آپ کے بعد آپ کی اُمت سے رابطۂ اتحاد کو پارہ پارہ کر دے گی۔ اسی لئے اتحادِ اُمت کا موضوع اپنے سامنے رکھ لیا اور پھر دردِ نبوت کی پوری توانائی اسی موضوع پر صرف فرما دی پہلے نہایت ہی درد انگیز الفاظ میں قیامِ اتحاد کی اپیل کی۔ پھر فرمایا کہ پس ماندہ طبقات کو شکایت کا موقع نہ دینا تاکہ حصارِ اسلام میں کوئی شگاف نہ پڑ جائے۔ پھر اسبابِ نفاق کی تفصیل پیش کر کے ان کی بیخ کنی کا عملی طور پر سروسامان فرمایا۔ پھر واضح کیا کہ جملہ مسلمانوں کے اتحاد کا سنگِ اساس کیا ہے؟ آخری وصیت یہ فرمائی کہ ان ہدایات کو آئندہ نسلوں میں پھیلانے اور پہنچانے کے فرض میں کوتاہی نہ کرنا۔ خاتمۂ تقریر کے بعد حضورؐ نے اپنی ذاتی سرخروئی کے لئے حاضرین سے شہادت پیش کرتے ہوئے اس طرح بار بار اللہ کو پکارا کہ مخلوقِ خدا کے دل پگھل گئے۔ آنکھیں پانی بن گئیں اور روحیں انسانی جسموں کے اندر تڑپ تڑپ کر الامان اور الغیاث کی صدائیں بلند کرنے لگیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد خطبۂ حج کا پہلا درد انگیز فقرہ یہ تھا:۔

اے لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں اور تم اس اجتماع میں کبھی دوبارہ جمع نہیں ہوں گے۔

اس ارشاد سے اجتماع کی غرض و غایت بے نقاب ہو کر سب کے سامنے آ گئی اور جس شخص نے بھی یہ ارشادِ مبارک سُنا، تڑپ کر رہ گیا۔

اب اصل پیغام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

"اے لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہارا ننگ و ناموس، اسی طرح ایک دوسرے پر حرام ہے، جس طرح یہ دن (جمعہ) یہ مہینہ (ذی الحج

دعویٰ کرے اور غلام اپنے مولا کے سوا کسی طرف اپنی نسبت کرے۔ ان پر خدا کی لعنت ہے۔ عورت شوہر کے بلا اجازت اس کا مال صرف نہ کرے۔ قرض ادا کئے جائیں عاریت واپس کی جائے۔ عطیات لوٹائے جائیں اور ضامن تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔"

اہل عرب کے نزاع اور اسباب نزاع کا دفعیہ ہو چکا تو اس بین الاقوامی تفریق کی طرف توجہ فرمائی جو صدیوں کے بعد عرب و عجم یا گورے اور کالے کے نام سے پیدا ہونے والی تھی۔ ارشاد فرمایا۔

"ہاں اے لوگو! تم سب کا خدا بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے۔ لہٰذا کسی عربی کو عجمی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر، کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی پیدائشی برتری یا امتیاز حاصل نہیں ہوگا ہاں افضل وہی ہے جو پرہیزگاری میں ہو۔

"ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک برادری ہیں۔"

اتحادِ اسلام کی مستقل اساس کی طرف راہنمائی فرمائی:۔

"اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم نے اُسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے، وُہ چیز اللہ کی کتاب قرآن ہے۔"

اتحادِ امت کے عملی پروگرام کی طرف راہنمائی فرمائی:۔

"اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے' اور نہ میرے بعد کوئی نئی امت ہے۔ پس تم سب اپنے اللہ کی عبادت کرو۔ نماز

ادائے سود کے مطالبات اور مقتولوں کے انتقام ایک شخص، دوسرے شخص سے اپنے قدیم خاندانی سود کا مطالبہ کرتا تھا۔ اور یہی جھگڑا پھیل کر خون کا دریا بن جاتا تھا۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کو قتل کر دیتا۔ اس سے نسلاً بعد نسلٍ قتل و انتقام کے سلسلے جاری ہو جاتے تھے۔

رسول اللہؐ انہیں دونوں اسباب فساد کو باطل فرماتے ہیں:۔

"اے لوگو! آج میں جاہلیت کے تمام قواعد و رسوم کو اپنے قدموں سے پامال کرتا ہوں۔ میں جاہلیت کے قتلوں کے جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی مقتول ربیعہ بن حارث کے خون سے جسے ہذیل نے قتل کیا تھا، دست بردار ہوتا ہوں، میں زمانۂ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی سود ــــ عباس بن عبدالمطلب کے سود سے دست بردار ہوتا ہوں

سود اور خون کے قرض معاف کر دینے کے بعد فرد عدالت نفاق کی طرف متوجہ ہوئے اور ورثہ، نسب مقروضیت اور ضمانت کے تنازعات کے متعلق فرمایا:۔

"اب اللہ تعالےٰ نے ہر ایک حقدار کا حق مقرر کر دیا ہے، لہٰذا کسی کو وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچہ جس کے بستر پر پیدا ہوا ہو، اُس کو دیا جائے اور زنا کاروں کے لئے پتھر ہے اور اُن کی جواب دہی اللہ پر ہے جو لڑکا، باپ کے سوا کسی دوسرے نسب کا

ہدایات پہنچاتے چلے جائیں۔ ممکن ہے کہ آج کے بعض سامعین سے زیادہ پیامِ تبلیغ کے سُننے والے اس کلام کی محافظت کریں[1]"

تکمیلِ دین و اتمامِ نعمت

خطبۂ حج سے فارغ ہوئے تو جبریلِ امین وہیں تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کا تاج لے آئے اور یہ آیت نازل ہوئی:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[2]

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور دینِ اسلام پر اپنی رضامندی کی مہر لگا دی۔

سرکارِ دوعالمؐ نے جب لاکھوں کے اجتماع میں اتمامِ نعمت اور تکمیل دینِ فطرت کا یہ آخری اعلان فرمایا تو آپ کی سواری کا سامان ایک روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔ اختتامِ خطبہ کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان بلند کی اور حضورؐ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھائی۔ یہاں سے ناقہ پہ سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور دیر تک بارگاہِ الٰہی میں کھڑے دعائیں کرتے رہے۔ جب غروبِ آفتاب کے قریب ناقۂ نبویؐ ہجومِ خلائق میں سے گذری تو آپ کے خادم اسامہ بن زیدؓ آپ کے ساتھ سوار تھے اور کثرتِ ہجوم کے باعث لوگوں میں اضطراب سا پیدا ہو رہا تھا اس وقت حضورؐ ناقہ کی مہار کھینچتے جاتے تھے اور زبانِ پاک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے:-

السکینۃ ایہا الناس　　　لوگو! سکون کے ساتھ

السکینۃ ایہا الناس　　　لوگو! آرام کے ساتھ

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۴۔ نور محمد کراچی ۱۹۶۱ء　[2] المائدۃ آیت ۳

پنجگانہ کی پابندی کرو، رمضان کے روزے رکھو، خوش دلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالو۔ اللہ کے گھر کا حج کرو، احکام امت کے احکام مانو اور اپنے اللہ کی جنت میں جگہ حاصل کر لو۔"

آخر میں فرمایا:۔

وَ اَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ ط	ایک دن اللہ تعالےٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کرے گا تم اس وقت کیا جواب دو گے؟

اس پر مجمع عام سے پرجوش صدائیں بلند ہوئیں:۔

انک قد بلغت وادیت ونصحت	اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے تمام احکام پہنچا دیئے۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے فرض رسالت ادا کر دیا اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے کھرے کھوٹے کو الگ کر دیا۔

اس وقت حضور سرور عالمؐ کی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھی۔ ایک دفعہ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے تھے اور دوسری دفعہ مجمع کی طرف اشارہ فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے:۔

اللھم اشھد	اے اللہ خلق خدا کی گواہی سن لے۔
اللھم اشھد	اے اللہ! مخلوق خدا کا اعتراف سن لے
اللھم اشھد	اے اللہ! گواہ ہو جا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

جو لوگ موجود ہیں، وہ ان لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہیں میری

دنیا بسائی تھی۔اب وہ شگفتہ وشاداب ہوچکی ہے۔حضورؐ نے اسی دورِ
جدید کی یاد تازہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔
"آج زمانے کی گردش دنیا کو پھر اسی نقطۂ فطرت پر لے آئی جبکہ
اللہ تعالٰے نے تخلیق ارض وسما کی ابتداء کی تھی۔"
پھر ذیلقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کی حرمت کا اعلان کرتے
ہوئے مجمع کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:۔
پیغمبر انسانیت: آج کون سا دن ہے؟
مسلمانوں:۔ اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں
پیغمبر انسانیت:۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا آج قربانی کا دن ہے؟
مسلمان:۔ بیشک! قربانی کا دن ہے۔
پیغمبر انسانیت: یہ کونسا مہینہ ہے؟
مسلمان:۔ اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔
پیغمبر انسانیت:۔(طویل خاموشی کے بعد) کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟
مسلمان:۔ بے شک یہ ذوالحجہ ہے۔
پیغمبر انسانیت: یہ کونسا شہر ہے۔
مسلمان:۔ اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔
پیغمبر انسانیت:۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا یہ بلدۃ الحرام
نہیں ہے؟
مسلمان:۔ بے شک یہ بلدۃ الحرام ہے۔
اس کے بعد فرمایا:۔
"مسلمانو! تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری آبرو، اسی طرح محترم

مزدلفہ میں نمازِ مغرب ادا کی اور سواریوں کو آرام کے لئے کھول دیا گیا۔ پھر نمازِ عشاء کے بعد لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرماتے رہے محدثین لکھتے ہیں کہ عمر بھر میں یہی ایک شب ہے۔ جس میں آپ نے نماز تہجد ادا نہیں فرمائی ۱۰۔ ذی الحج کو ہفتہ کے روز جمرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے چچیرے بھائی فضل بن عباسؓ آپ کے ساتھ سوار تھے۔ ناقہ قدم بہ قدم جا رہی تھی چاروں طرف ہجوم تھا لوگ مسائل پوچھتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے۔ جمرہ کے پاس ابن عباس نے کنکریاں چن کر دیں تو آپ نے انہیں پھینکا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔
"اے لوگو! مذہب میں غلو کرنے سے بچے رہنا تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئی ہیں"
تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد فراقِ امت کے جذبات تازہ ہو جاتے تھے، آپ اس وقت ارشاد فرماتے تھے۔
"اس وقت حج کے مسائل سیکھ لو، میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت آئے"

میدانِ منیٰ اور غدیرِ خم کے خطبات

یہاں سے منیٰ کے میدان میں تشریف لائے، ناقہ پر سوار تھے، حضرت بلالؓ مہار تھامے کھڑے تھے اسامہ بن زیدؓ پیچھے بیٹھے کپڑا تان کر سایہ کئے ہوتے تھے آگے پیچھے اور دائیں بائیں مہاجرین انصار، قریش اور قبائل کی صفیں، دریا کی طرح رواں تھیں۔ اور ان میں ناقۂ نبویؐ کشتی نوحؑ کی طرح ستارۂ نجات بن رہی تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ باغبان ازل نے قرآن کریم کے انوار سے صدق و اخلاص کی جو نئی

اور روشنی جمع ہے اسے محکمی اور استواری کے ساتھ پکڑ لو۔ دوسرا مرکز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارہ میں تمہیں خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں۔"

گویا یہ اجتماعِ امّت کے لئے اہل و عیال کے حقوق و احترام کی وصیت تھی۔ تاکہ وہ کسی بحث میں اُلجھ کر حضورؐ کے مختصر سے خاندان کے ساتھ بے لحاظی کا سلوک نہ کریں۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر رات ذوالحلیفہ میں ٹھہرے اور دوسرے دن مدینہ منوّرہ میں داخل ہوگئے۔ محفوظ، مامون حمد کرتے ہوئے اور شکر بجالاتے ہوئے۔

مُلکِ بقا کی تیاری

حضور سرورِ دو عالمؐ مدینہ منوّرہ میں پہنچ کر فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کی تعمیل میں مصروف ہو چکے تھے۔ بارگاہِ ایزدی کی حاضری کا شوق روزہ بروز بڑھتا جاتا تھا۔ صبح و شام معبودِ حقیقی کے ذکر و یاد کی طلب تھی اور بس۔

رمضان المبارک میں ہمیشہ دس روز کا اعتکاف فرماتے تھے ۱۰ھ میں ۲۰ روز کا اعتکاف فرمایا۔ ایک دن حضرت فاطمہ بتولؓ تشریف لائیں تو اُن سے فرمایا، پیاری بیٹی اب مجھے اپنی رحلت قریب معلوم ہوتی ہے۔ انہیں ایام میں شہدائے اُحد کی تکلیف بے بسی کی شہادت اور مردانہ وار قربانیوں کا خیال آگیا تو گنج شہیداں میں تشریف لے گئے اور بڑے درد و گداز سے ان کے لئے دعائیں کیں نمازِ جنازہ پڑھی اور انہیں اس طرح الوداع کہی۔ جس طرح ایک بزرگ شفیق، اپنے کم سن بچوں سے پیار کرتا ہے اور پھر انہیں الوداع

ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں۔ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ اے لوگو! تمہیں اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا اگر کسی نے جرم کیا تو وہ اپنے جرم کا ذمہ دار ہو گا۔ باپ بیٹے کے جرم کا ذمہ دار نہیں اور بیٹا باپ کے جرم کا ذمہ دار نہیں۔ اب شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی پرستش کی جائیگی ہاں تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کرو گے تو وہ ضرور خوش ہو گا اے لوگو! توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج یہی جنت کا داخلہ ہے۔ میں نے تمہیں حق کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اب موجود لوگ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچاتے رہیں جو بعد میں آئیں گے۔

یہاں سے قربان گاہ میں تشریف لائے اور ۶۳ اونٹ خود ذبح فرمائے اور ۳۷ کو حضرت علیؓ سے ذبح کرایا اور ان کا گوشت اور پوست سب خیرات کر دیا۔ پھر عبداللہ بن معمر کو طلب کر کے سر کے بال اتروائے اور یہ موئے مبارک تبرکاً تقسیم ہو گئے۔ یہاں سے اٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا۔ اور زمزم پی کر منیٰ میں تشریف لے گئے اور ۱۲ ذوالحجہ تک وہیں اقامت فرما رہے ۱۳ کو خانہ کعبہ کا آخری طواف کیا۔ اور انصار و مہاجرین کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ جب غدیر خم پہنچے تو صحابہؓ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:۔

"اے لوگو! میں بھی بشر ہوں۔ ممکن ہے اللہ کا بلاوا اب جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے لئے دو مرکز ثقل قائم کر چلا ہوں ایک اللہ کی کتاب ہے۔ جس میں ہدایت

رہا ہوں۔

ایک دن مسجد نبوی میں پھر مسلمانوں کو یاد فرمایا۔ اجتماع ہو گیا تو ارشاد فرمایا:

"مسلمانو! مرحبا اللہ تعالٰے تم سب پر اپنی نعمتیں نازل فرمائے تمہاری دل شکستگی دُور فرمائے تمہاری اعانت و دستگیری فرمائے تمہیں رزق اور برکت مرحمت فرمائے۔ تمہیں عزت و رفعت سے سرفراز فرمائے تمہیں دولتِ امن و عافیت سے شادکام فرمائے۔ میں اس وقت تمہیں صرف خوفِ خدا و اتقا کی وصیت کرتا ہوں اب اللہ تعالٰے ہی تمہارا وارث اور خلیفہ ہے اور میری تم سے اپیل اسی کے خوف کے لئے ہے۔ اس لئے کہ میرا منصب نذیر مبین ہے۔ دیکھنا اللہ کی بستیوں اور بندوں میں تکبّر اور برتری اختیار نہ کرنا۔ یہ حکمِ ربّانی ہر وقت تمہارے ملحوظِ خاطر رہنا چاہیئے۔"

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

یہ آخرت کا گھر ہے ہم یہ ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں غرور اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے آخرت کی کامیابی پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

پھر فرمایا۔ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ۔ کیا تکبّر کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ نہیں ہے؟ آخری الفاظ یہ ارشاد فرمائے "سلام تم سب پر اور ان سب لوگوں پر جو واسطہ اسلام سے میری بیعت میں داخل ہوں گے۔"

کہتا ہے یہاں سے واپس آئے تو منبر نبوی پر جلوہ طراز ہوئے اور ارباب صدق و صفا سے نہایت دردمندانہ لہجہ میں مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

"دوستو! اب میں تم سے آگے منزل آخرت کی طرف چلا جا رہا ہوں تاکہ بارگاہ ایزدی میں تمہاری شہادت دوں واللہ مجھے یہاں سے وہ اپنا حوض نظر آرہا ہے۔ جس کی وسعت ایلہ سے جحفہ تک ہے، مجھے تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اب مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے۔ البتہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور اس کے لئے آپس میں کشت و خون نہ کرو۔ اگر ایسا کیا تو تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے۔ جس طرح پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔"

کچھ دیر کے بعد قلب صافی میں زید بن حارثؓ کی یاد تازہ ہو گئی انہیں سرحد شام کے عربوں نے شہید کر دیا تھا۔ "اسامہ بن زیدؓ فوج لے کر جائیں اور اپنے والد کا انتقام لیں۔"

ان ایام میں خیال مبارک زیادہ تر گذرے ہوئے نیاز مندوں ہی کی طرف مائل محبت رہتا تھا۔ ایک رات آسودگان بقیع کا خیال آگیا۔ یہ عام مسلمانوں کا قبرستان تھا۔ جوش محبت سے آدھی رات اٹھ کر وہاں تشریف لے گئے اور عام امتیوں کے لئے بڑے سوز سے دعا فرماتے رہے۔ پھر یہاں کے روحانی دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ انا بکم للاحقون میں اب جلد تمہارے ساتھ شامل ہو

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ — اے اللہ! معافی اور اپنی رفاقت عطا فرمادے۔

وفات سے پانچ روز پہلے

وفات اقدس سے ۵ روز پہلے (چہارشنبہ) پتھر کے ایک ٹب میں بیٹھ گئے اور سر مبارک پر پانی کی سات مشکیں ڈلوائیں۔ اس سے مزاج اقدس میں خنکی اور تسکین سی پیدا ہوگئی۔ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا۔ "مسلمانو! تم سے پہلے ایک قوم گذر چکی ہے جس نے اپنے انبیاؑ و صلحار کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا یا تھا۔ تم ایسا نہ کرنا۔" پھر فرمایا۔ "ان یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔"

پھر فرمایا:۔ "میری قبر کو میرے بعد وہ قبر نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش شروع ہو جائے۔"

پھر فرمایا: "مسلمانو! وہ قوم اللہ کے غضب میں آجاتی ہے جو قبور انبیاء کو مساجد بنادے۔"

پھر فرمایا:۔ دیکھو، میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں، دیکھو اب پھر بھی وصیت کرتا ہوں۔ اے اللہ تو گواہ رہنا اے اللہ! تو گواہ رہنا!"

پھر یہ ارشاد فرمایا:۔

خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا کو قبول کرے یا آخرت کو، مگر اس نے صرف آخرت ہی قبول کر لیا ہے۔"

یہ سن کر رمز شناس نبوت حضرت صدیق اکبرؓ آنسو بھر لائے اور رونے لگے اور کہا "یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں اور

علالت کی ابتداء

۲۹ صفر بروز دوشنبہ ایک جنازے سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں سر کے درد سے علالت کا آغاز ہو گیا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے تھے کہ سرکارِ دو جہاں کے سر مبارک پر رومال بندھا تھا میں نے ہاتھ لگایا۔ یہ اس قدر جل رہا تھا کہ ہاتھ کو برداشت نہ ہوتی تھی۔ دوشنبہ تک اشتدادِ مرض نے مرضئِ اقدس پر زیادہ قابو پا لیا۔ اس واسطے ازواج مطہرات نے اجازت دے دی کہ اب حضورؐ کا مستقل قیام حضرت عائشہؓ صدیقہ کے ہاں کر دیا جائے۔ اس وقت مزاجِ اقدس پر ضعف اس قدر طاری تھا کہ خود قدموں سے چل کر حجرۂ عائشہؓ تک تشریف نہیں لے جا سکے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے رسولؐ کردگار کے دونوں بازو تھامے اور بڑی مشکل سے حجرۂ عائشہؓ میں تشریف لائے۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کبھی بیمار ہوتے تھے یہ دُعا اپنے ہاتھوں پر دم کر کے جسم مبارک پر ہاتھ پھیر لیتے تھے۔

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ۵

اے مالکِ انسانیت ! خطرات دور فرما دے اے شفا دینے والے تو شفا عطا فرما دے، شفا وہی ہے جو تو عنایت کرے۔ وہ صحت عطا کر کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔

اس مرتبہ میں نے یہ دُعا پڑھی اور نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کر کے یہ چاہا کہ جسم اطہر پر مبارک ہاتھ پھیر دوں۔ مگر حضورؐ نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیے اور ارشاد فرمایا:۔

میرے جسم کا پیرہن اور میرے سفرِ زندگی کا توشہ ہیں
انہوں نے اپنے فرائض ادا کر دیئے مگر اُن کے حقوق باقی ہیں
جو شخص امت کے نفع اور نقصان کا متولّی ہو اُس کا فرض
ہے کہ وہ انصارِ نکو کار کی قدر افزائی کرے اور جن انصار
سے لغزش ہو جائے ان کے متعلق درگذر سے کام لے"۔

حضورؐ نے حکم دیا تھا کہ حضرت اسامہؓ بن زید شام پر حملہ آور ہوں
اور اپنے شہید والد کا انتقام لیں۔ اس پر منافقین کہنے لگے ایک معمولی
نوجوان کو اکابرِ اسلام پر سپہ سالار مقرر کر دیا گیا ہے، اس سلسلے میں پیغمبر
مساوات نے ارشاد فرمایا:۔

"آج اسامہؓ کی سرداری پر تم کو اعتراض ہے اور کل اس کے باپ زیدؓ
کی سرداری پر تم کو اعتراض تھا۔ خدا کی قسم! وہ بھی اس منصب کے مستحق
تھے اور یہ بھی۔ وہ بھی مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے اور اس کے
بعد یہ بھی سب سے زیادہ محبوب ہیں"

پھر فرمایا: "حلال و حرام کے تعین کو میری طرف منسوب نہ کرنا۔
میں نے وہی چیز حلال کی ہے جسے قرآن نے حلال کیا ہے اور اسی کو
حرام قرار دیا ہے۔ جسے خدا نے حرام کیا ہے"

اب آپ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوئے کہ کہیں رشتہ نبوت کا
غرور، انہیں عمل و سعی سے بیگانہ نہ بنا دے، ارشاد فرمایا۔

"اے رسولؐ کی بیٹی فاطمہ! اور اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ!
خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر لو۔ میں تمہیں خدا کی گرفت سے نہیں
بچا سکتا۔"

ہمارے زر و مال آپ پر قربان ہو جائیں"۔ لوگوں نے ان کو تعجب سے دیکھا کہ حضور انورؐ تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ پھر اس میں رونے کی کونسی بات ہے؟ مگر یہ بات انہوں نے سمجھی، جو رو رہے تھے۔ حضرت صدیقؓ کی اس بے کلی نے خیالِ اشرف کو دوسری طرف مبذول کر دیا۔

ارشاد فرمایا :۔

میں سب سے زیادہ جس شخص کی دولت اور رفاقت کا مشکور ہوں وہ ابوبکرؓ ہیں۔ اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی ایک شخص کو اپنی دوستی کے لئے منتخب کر سکتا تو وہ ابوبکرؓ ہوتے لیکن اب رشتۂ اسلام میری دوستی کی بنا ہے اور وہی کافی ہے مسجد کے رُخ پر کوئی دریچہ ابوبکرؓ کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے"۔

انصارِ مدینہ حضورؐ کے زمانۂ علالت میں برابر رو رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ وہاں سے گزرے تو انہوں نے انصار کو روتے دیکھا، دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا" آج ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتیں یاد آ رہی ہیں"۔ انصار کی اس دردمندی اور بے دلی کی اطلاع سمعِ مبارک تک پہنچ چکی تھی۔ ارشاد فرمایا۔

اے لوگو! میں اپنے انصار کے معاملہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں، عام مسلمان روز بروز بڑھتے جائیں گے۔ مگر میرے انصار کھانے میں نمک" کی طرح رہ جائیں گے۔ یہ لوگ

۱۔ کوئی مشرک عرب میں نہ رہے (۲) سفیروں اور وفود کی بدستور عزت و مہمانی کی جائے (۳) قرآن پاک کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایا جو راوی کو یاد نہیں رہا۔

سرکار پاکؐ علالت کی تکلیف اور بے چینی کے باوجود ۱۱ روز تک برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے۔ جمعرات کے روز مغرب کی نماز بھی خود پڑھائی اور اس میں سورۂ مرسلات تلاوت فرمائی۔ عشاء کے وقت آنکھ کھولی اور دریافت فرمایا۔ "کیا نماز ہو چکی؟"

مسلمانوں نے عرض کیا: "مسلمان حضورؐ کے منتظر بیٹھے ہیں۔" لگن میں پانی بھروا کر غسل فرمایا اور ہمت کر کے اُٹھے مگر غش آگیا۔ تھوڑی دیر میں پھر آنکھ کھولی اور فرمایا: "کیا نماز ہو چکی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہؐ! مسلمان آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" اس مرتبہ پھر اُٹھنا چاہا۔ مگر بے ہوش ہو گئے کچھ دیر کے بعد پھر آنکھ کھولی اور وہی سوال دہرایا "کیا نماز ہو چکی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہؐ! سب لوگوں کو حضور ہی کا انتظار ہے۔" تیسری مرتبہ جسم مبارک پر پانی ڈالا اور جب اٹھنا چاہا تو غشی آگئی۔ افاقہ ہونے پر ارشاد فرمایا:۔ "ابوبکرؓ نماز پڑھا دیں۔" حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا۔ "ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔"

ارشاد فرمایا: "وہی نماز پڑھائیں۔" حضرت عائشہؓ کا خیال یہ تھا کہ جو شخص رسول اللہؐ کے بعد امام مقرر ہوگا لوگ اسے لازماً منحوس خیال کریں گے۔ روایت ہے کہ اس وقت صدیق اکبرؓ تشریف فرما نہیں تھے۔ اس واسطے حضرت عمرؓ کو آگے بڑھایا گیا۔ مگر حضورؐ نے تین مرتبہ فرمایا

یہ خطبۂ درد، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری خطبہ تھا جس میں حضورؐ نے حاضرینِ مسجد کو خطاب فرمایا، اختتام کلام کے بعد حجرۂ عائشہؓ میں تشریف لے آئے۔ شدتِ مرض کی حالت یہ تھی کہ عالمِ بے تابی میں کبھی ایک پاؤں پھیلاتے تھے، اور کبھی دوسرا سمیٹتے تھے۔ کبھی گھبرا کر چہرۂ انور پر چادر ڈال لیتے تھے اور کبھی اُلٹا دیتے تھے ایسی حالت میں حضرتِ عائشہ صدیقہؓ نے زبان مبارک سے یہ الفاظ سُنے

"یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا ہے۔"

وفات سے چار روز پہلے

وفات سے چار روز پہلے (جمعرات، حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا

اپنے والد ابو بکرؓ اور اپنے بھائی عبدالرحمانؓ کو بلا لیجئے اسی سلسلے میں فرمایا "دوات کاغذ لے آؤ" میں ایک تحریر لکھوا دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے"۔ یہ شدّتِ مرض میں حضورؐ سرورِ عالم کا ایک خیال تھا۔ حضرتِ فاروقؓ نے یہ رائے ظاہر کی حضورؐ کو اس حال میں تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔ اب تکمیلِ شریعت کا کوئی ایسا نکتہ باقی نہیں رہا جس میں قرآن کافی نہ ہو۔ بعض دوسرے صحابہؓ نے اس رائے سے مطابقت نہ کی۔ جب شور زیادہ ہوا تو بعض نے کہا خود حضورؐ ہی سے دریافت کر لیا جائے"۔ ارشاد فرمایا "مجھے چھوڑ دو میں جس مقام میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو"

اسی روز تین وصیتیں اور فرمائیں:۔

صبح بیدار ہوئے تو پہلا کام یہ کیا کہ سب غلاموں کو آزاد فرمایا۔ یہ تعداد میں ۴۰ تھے۔ پھر اثاث البیت کی طرف توجہ فرمائی۔ اس وقت کاشانہ نبویؐ کی ساری دولت صرف سات دینار تھے۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "انہیں غریبوں میں تقسیم کردو، مجھے شرم آتی ہے کہ رسول اپنے اللہ سے ملے اور اس کے گھر میں دولت دُنیا پڑی ہو۔" اس ارشاد پر گھر کا گھر صاف کر دیا گیا۔ آخری رات کاشانہ نبویؐ میں چراغ جلانے کے لئے تیل تک موجود نہیں تھا یہ ایک پڑوسی عورت سے ادھار لیا گیا۔ گھر میں کچھ ہتھیار باقی تھے انہیں مسلمانوں کو ہبہ کر دیا گیا۔ زرہ نبوی ۳۰ صاع جَو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ چونکہ ضعف لمحہ بہ لمحہ ترقی پذیر تھا اس واسطے بعض دردمندوں نے دوا پیش کی، مگر انکار فرمایا۔ اسی وقت غشی کا دورہ آ گیا اور تیمارداروں نے منہ کھول کر دوا پلا دی۔ افاقہ کے بعد جب اس کا احساس ہوا تو فرمایا۔ اب یہی دوا ان پلانے والوں کو بھی پلائی جائے یہ اس لئے کہ جس وجود باجود کی صحت کے لئے ایک دل گرفتہ دنیا دعائیں کر رہی تھی وہ اپنے اللہ کی دعوت کو اس طرح قبول کر چکا تھا کہ اب اس میں نہ دُعا کی گنجائش باقی تھی اور نہ دوا کی۔

یومِ وفات

۹ ربیع الاوّل روز دوشنبہ ۱۱ھ کو مزاج اقدس میں قدرے سکون تھا نمازِ صبح ادا کی جا رہی تھی کہ حضورؐ نے مسجد اور حجرہ کا درمیانی پردہ سرکا دیا۔ اب چشمِ اقدس کے روبرو نمازیوں کی صفیں مصروفِ رکوع وسجود

نہیں۔ نہیں، نہیں ابوبکرؓ نماز پڑھائیں،

رسول اللہؐ کا منبر چند روز پہلے خالی ہو چکا تھا۔ آج رسول اللہ کا مصلّٰی بھی خالی ہو گیا۔ جب ابوبکرؓ صدیق حضرت محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوئے تو عالمِ یاس نے مسجد نبویؐ پر اپنے پردے تان دیئے اور مسلمانوں کے دل بے اختیار رو دیئے۔ اور خود صدیق اکبرؓ کے قدم بھی لڑکھڑا گئے۔ چونکہ رسول اللہؐ کے ارشاد کے ساتھ توفیق الٰہی شامل تھی اس واسطے یہ کٹھن گھاٹی بھی گذر گئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حیاتِ پاک نبویؐ میں اسی طرح سترہ نمازیں پڑھیں۔

وفات کے دو روز پہلے

حضرت صدیق اکبرؓ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضورؐ کی طبیعت نے مسجد کی طرف رجوع کیا اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر سہارا لیتے ہوئے جماعت میں تشریف لے آئے نمازی نہایت بے قراری کے ساتھ حضورؐ کی طرف متوجہ ہوئے اور صدیق اکبرؓ بھی مصلّے سے پیچھے ہٹے۔ مگر حضورؐ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا: پیچھے مت ہٹو۔ پھر حضرت صدیقؓ کے برابر بیٹھ گئے اور نماز ادا کرتے لگے۔ حضورؐ کی اقتدا صدیق اکبرؓ کرتے تھے اور صدیقؓ کی اقتدا مسلمان کرتے تھے۔ یہ پاک نماز اسی طرح مکمل ہو گئی۔ تو حضورؐ پاک حجرہ عائشہؓ میں تشریف لے گئے۔

وفات کے ایک روز پہلے

مخدومِ انسانیت جو قید دنیا سے آزاد ہو رہے تھے

جس قدر رسول اللہ کا درد و کرب بڑھ رہا تھا حضرت فاطمہؓ کا کلیجہ بھی کٹتا جا رہا تھا۔ حضرت رحمتہ للعالمینؐ نے ان کی اذیت کو محسوس کر کے کچھ کہنا چاہا تو پیاری بیٹی نے سرورِ کائناتؐ کے لبوں سے اپنے کان لگا دیئے۔ آپ نے فرمایا، بیٹی میں اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوں، فاطمہؓ بے اختیار رو دیں۔ پھر فرمایا: فاطمہؓ! میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھے ملوگی"۔ فاطمہؓ بے اختیار ہنس دیں کہ یہ جدائی قلیل ہے۔

پیغمبر انسانیتؐ کی حالت نازک ترین ہوتی جا رہی تھی۔ یہ حال دیکھ کر فاطمہؓ نے کہنا شروع کیا واکرب اباہ! ہائے میرے باپ کی تکلیف، ہائے میرے باپ کی تکلیف! فرمایا:۔ فاطمہؓ آج کے بعد تمہارا باپ کبھی بے چین نہیں ہو گا۔ حسنؓ اور حسینؓ بہت غمگین ہو رہے تھے۔ انہیں پاس بلایا دونوں کو چوما پھر ان کے احترام کی وصیت فرمائی پھر ازواج مطہراتؓ کو طلب فرمایا اور انہیں نصیحتیں فرمائیں اسی دوران میں ارشاد فرماتے تھے۔

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا نے انعام فرمایا۔

کبھی ارشاد فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى اے خداوند! بہترین رفیق۔

پھر حضرت علیؓ کو طلب فرمایا۔ آپ نے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا۔ انہیں بھی نصیحت فرمائی۔ پھر ایک دم اللہ تعالے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اَلصَّلٰوةُ الصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ نماز، نماز، لونڈی، غلام اور

تھیں. سرکارِ دوعالم نے اس پاک نظارے کو جو حضور کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا بڑے اشتیاق سے ملاحظہ فرمایا اور جوشِ مسرت سے ہنس پڑے۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ مسجد میں تشریف لا رہے ہیں۔ نمازی بے اختیار سے ہو گئے۔ نمازیں ٹوٹنے لگیں اور حضرت صدیق رضی نے جو امامت کرا رہے تھے، پیچھے ہٹنا چاہا، مگر حضور پاک نے اشارہ مبارک سے سب کو تسکین دی اور چہرۂ انور کی ایک جھلک دکھا کر پھر حجرے کا پردہ ڈال دیا۔ اجتماعِ اسلام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جلوۂ زیارت آخری تھا اور شاید یہ انتظام بھی خود قدرت کی طرف سے ہوا کہ رفیقانِ صلوٰۃ جمالِ جہاں آرا کی آخری جھلک دیکھتے جائیں۔

۹ ربیع الاول کی حالت صبح ہی سے نہایت عجیب تھی۔ ایک سورج بلند ہو رہا تھا۔ اور دوسرا سورج غروب ہو رہا تھا کاشانۂ نبوی میں پے در پے غشی کے بادل آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اقدس پر چھا گئے، ایک بے ہوشی گذر جاتی تھی تو دوسری پھر وارد ہو جاتی تھی۔ انہیں تکلیفوں میں پیاری بیٹی کو یاد فرمایا۔ وہ مزاجِ اقدس کا یہ حال دیکھ کر سنبھل نہ سکیں۔ سینۂ مبارک سے لپٹ گئیں اور رونے لگیں۔ بیٹی کو اس طرح نڈھال دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"میری بیٹی! رو نہیں، میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا۔

اسی میں ہر شخص کے لئے سامانِ تسکین موجود ہے" حضرت فاطمہ رض نے پوچھا: کیا آپ کے لئے بھی؟ فرمایا: ہاں اس میں میری بھی تسکین ہے۔

عمر مبارک قمری حساب سے ۶۳ سال اور ۴ دن ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

صحابہ کرامؓ میں اضطراب عظیم

خبر وفات کے بعد مسلمانوں کے جگر کٹ گئے قدم لڑکھڑا گئے چہرے بجھ گئے آنکھیں خون بہانے لگیں۔ ارض وسما سے خوف آنے لگا۔ سورج تاریک ہو گیا، آنسو بہہ رہے تھے اور تھمتے نہیں تھے۔ کئی صحابہؓ حیران و سرگرداں ہو کر آبادیوں سے نکل گئے کوئی جنگل کی طرف بھاگ گیا جو بیٹھا تھا، بیٹھا رہ گیا۔ جو کھڑا تھا اس کو بیٹھ جانیکا یارا نہ ہوا۔ مسجدِ نبویؐ قیامت سے پہلے قیامت کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور چپ چاپ حجرۂ عائشہ صدیقہؓ میں داخل ہو گئے۔ یہاں حضرت رحمۃ للعالمینؐ کی میت پاک پڑی تھی۔ حضرت صدیقؓ نے چہرہ اقدس سے کپڑا اٹھا کر پیشانی پہ بوسہ دیا۔ پھر چادر ڈھک دی اور رو کر کہا۔

"حضورؐ پہ میرے ماں باپ قربان! آپؐ کی زندگی بھی پاک تھی اور موت بھی پاک ہے۔ واللہ! اب آپؐ پر دو موتیں وارد نہیں ہوں گی۔ اللہ نے جو موت لکھ رکھی تھی آج آپؐ نے اس کا ذائقہ چکھ لیا اور اب اس کے بعد موت ابد تک آپؐ کا دامن نہ چھو سکے گی۔"

جب صدیق اکبرؓ مسجدِ نبوی میں تشریف لائے، حضرت عمر فاروقؓ غایت بے بسی سے نڈھال کھڑے تھے اور بڑے زور و جوش سے یہ اعلان کر رہے تھے۔ "منافقین کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آیُّمَا نَکُمْ   پس ماندگان

اب نزع کا وقت آپہنچا تھا۔ حضرت رحمۃً للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پانی کا پیالہ پاس رکھا تھا اس میں ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرۂ انور پہ پھیر لیتے تھے۔ روئے اقدس کبھی سُرخ ہو جاتا تھا اور کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک آہستہ آہستہ ہل رہی تھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٌ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت تکلیف کے ساتھ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک تازہ مسواک کے ساتھ آئے تو حضور پاک ؐ نے مسواک پہ نظر جما دی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ مسواک فرمائیں گے اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے دانتوں میں نرم کر کے مسواک پیش کی۔ اور آپ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی۔ دہانِ مبارک پہلے ہی طہارت کا سراپا تھا۔ اب مسواک کے بعد اور بھی مجلّا ہو گیا تو یک لخت ہاتھ اونچا کیا کہ گویا کہیں تشریف لے جا رہے ہیں اور پھر زبانِ قدس سے نکلا۔ بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔ اب اور کوئی نہیں، صرف اسی کی رفاقت منظور ہے۔

بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔ بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی تیسری آواز پہ ہاتھ لٹک آئے پُتلی اُوپر کو اُٹھ گئی اور رُوح شریف عالم قدس کو ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

یہ ربیع الاوّل ۱۱ھ دوشنبہ کا دن اور چاشت کا وقت تھا

اگر وہ مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم دین سے برگشتہ ہو جاؤ گے ؟ جو شخص برگشتہ ہو جائے گا وہ اللہ تعالےٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔"

اس آیت پاک کو سن کر تمام مسلمان چونک پڑے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ "خدا کی قسم! ہم لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ یہ آیت اس سے پہلے نازل ہی نہیں ہوئی تھی"۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: "حضرت ابوبکرؓ سے یہ آیت سن کر میرے پاؤں ٹوٹ گئے اور کھڑے رہنے کی قوت باقی نہیں رہی۔ میں زمین پر گر پڑا اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ واقعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے ہیں۔"

حضرت فاطمہؓ غم سے نڈھال تھیں اور فرما رہی تھیں۔

پیارے باپ نے دعوتِ حق کو قبول کیا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا۔

آہ! وہ کون ہے جو جبریل امینؑ کو اس حادثۂ غم کی اطلاع کر دے۔ الٰہی! فاطمہ کی روح کو محمد مصطفےٰؐ کی روح کے پاس پہنچا دے۔ الٰہی مجھے دیدار رسولؐ کی مسرت عطا فرما دے۔"

الٰہی! مجھے اس معیت کے ثواب سے بہرہ ور کر دے۔ الٰہی! مجھے رسول امینؐ کی شفاعت سے محروم نہ رکھنا۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دل وجان پر غم کی گھٹائیں چھا گئی تھیں اور زبان اخلاق نبویؐ کی ترجمانی کر رہی تھی:۔

حیف، وہ نبی جس نے تموّل پر فقیری کو چن لیا۔ جس نے تونگری کو

انتقال فرما گئے ہیں۔ واللہ! آپ نے وفات نہیں پائی۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰؑ کی طرح طلب کئے گئے ہیں جو ۴۰ روز غائب رہ کر واپس آگئے تھے۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ کی نسبت بھی یہی کہا جاتا تھا کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ خدا کی قسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں کی طرح دنیا میں واپس تشریف لائیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو آپ پر وفات کا الزام لگاتے ہیں۔"

حضرت صدیق اکبرؓ نے عمر فاروقؓ کا کلام سنا تو فرمایا: عمرؓ! سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ جب عمر فاروقؓ اپنی وارفتگی میں بہے چلے گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نہایت دانشمندی کے ساتھ ان سے الگ ہٹ گئے اور خود گفتگو شروع کر دی۔ جب حاضرین مسجد بھی حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے تو آپ نے پہلے حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا۔

اے لوگو! تم میں سے جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا وہ سمجھ لے کہ محمد وفات پا گئے ہیں اور جو شخص خدا کا پرستار ہے وہ جان لے کہ خدا تعالےٰ زندہ ہے اور وہ کبھی مرنے گا نہیں اور یہ حقیقت خود قرآنِ پاک نے واضح کر دی ہے
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۔ نہیں ہیں محمدؐ مگر ایک رسول۔ اُن سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا

دران کے صاحبزادے جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اوپر سے پانی ڈالتے تھے۔ حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے:۔

میرے مادر پدر قربان! آپ کی وفات سے وہ دولت گم ہوئی ہے جو کسی دوسری موت سے گم نہیں ہوئی۔"

آج نبوت، اخبار غیب اور نزول وحی کا سلسلہ کٹ گیا ہے، آپ کی وفات تمام انسانوں کے لئے یکساں مصیبت ہے۔

"اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے اور گریہ و زاری سے منع نہ فرماتے تو ہم دل کھول کر آنسو بہاتے، لیکن پھر بھی یہ دکھ لا علاج ہوتا اور یہ زخم لازوال رہتا۔"

"ہمارا درد بے درماں ہے، ہماری مصیبت بے دوا ہے۔"

"اے حضورؐ! میرے والدین آپ پر قربان جب آپ بارگاہ الٰہی میں پہنچیں تو ہمارا ذکر فرمائیں اور ہم لوگوں کو فراموش نہ کر دیں۔"

تین سوتی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ چونکہ وصیت پاک یہ تھی کہ آپ کی قبر ایسی جگہ نہ بنائی جائے کہ اہل عقیدت اسے سجدہ گاہ بنا لیں۔ اس لئے حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کے مطابق حجرۂ عائشہؓ میں قبر کھودی گئی جہاں آپ نے انتقال فرمایا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے لحدی قبر کھودی چونکہ زمین میں نمی تھی اس واسطے وہ بستر جس میں وفات پائی تھی قبر میں بچھا دیا گیا۔ جب تیاری مکمل ہو گئی تو اہل ایمان نماز کے لئے ٹوٹ پڑے چونکہ جنازہ حجرہ کے اندر تھا۔ اس واسطے باری باری جماعتیں اندر جاتی تھیں اور نماز جنازہ ادا کرتی تھیں اس نماز میں امام کوئی نہیں تھا۔ پہلے

ٹھکرا دیا اور مسکینی قبول کرلی"

"آہ! وہ دین پرور رسول جو اُمتِ عاصی کے غم میں ایک پوری رات بھی آرام سے نہ سویا۔"

"آہ! وہ صاحب خلقِ عظیم، جو ہمیشہ آٹھوں پہر نفس سے جنگ آزمارہا۔"

آہ! وہ اللہ کا پیغمبر، جس نے ممنوعات کو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔"

"آہ! وہ رحمۃ للعالمین جس کا بابِ فیض فقیروں اور حاجتمندوں کیلئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ جس کا رحیم دل اور پاک ضمیر کبھی دشمنوں کی ایذا رسانی سے غبار آلود نہ ہوا۔"

"جس کے موتی جیسے دانت توڑے گئے اور اس نے پھر بھی صبر کیا۔"

"جس کی پیشانی انور کو زخمی کیا گیا اور اس نے پھر بھی دامن عفو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔"

آہ! کہ آج اسی وجودِ سرمدی سے ہماری دنیا خالی ہے۔

تجہیز و تکفین

سہ شنبہ سے تجہیز و تکفین کا کام شروع ہوا فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ پردہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ انصار نے دروازہ پر پہنچ کر آواز دی کہ ہم رسول اللہ کی آخری خدمت گزاری میں اپنا حصّہ طلب کرنے آئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اوس بن خولی انصاریؓ کو اندر بلایا، وہ پانی کا گھڑا بھر کر لاتے تھے۔ حضرت علیؓ نے جسم مبارک سینہ سے لگا رکھا تھا، حضرت عباس

ت بھی زیادہ بیش قیمت تھی، آپ اس پوری انسانیت کو عطا فرگئے۔

نعمتِ عظیم اللہ کی کتاب قرآن ہے۔

وَ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ ما لن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہٖ کتاب اللّٰہِ	اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لوگے، تو کبھی گمراہ نہ ہوگے یہ اللہ کی کتاب قرآن ہے۔

وفاتِ صدیق رضی اللہ عنہ

زندگی پر حسرت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، رسول اللہؐ کی وفات کے بعد صرف دو برس ۳ مہینے اور گیارہ دن زندہ رہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے فراق کا صدمہ آپ سے برداشت نہیں ہوا۔ ہر روز لاغر اور نحیف ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ سفرِ آخرت اختیار کر لیا۔ آپ نے وفاتِ نبویؐ کے بعد سب کو تسکین کا پیغام سنایا، مگر آپ کے دل کی بے قراری کم نہ ہوئی۔ ایک روز درخت کے سایہ میں ایک چڑیا کو اچھلتے اور پھدکتے دیکھا ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اس سے فرمایا؛ "اے چڑیا! تو کس قدر خوش نصیب

کنبہ والوں نے جنازہ پڑھا، پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے مردوں نے الگ جنازہ پڑھا، عورتوں نے الگ اور بچوں نے الگ۔ یہ سلسلہ رات اور دن برابر جاری رہا۔ اس لئے تدفین مبارک چہار شنبہ کی شب کو یعنی رحلت پاک سے ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ جسم مبارک کو حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ، اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے قبر میں اُتارا اور آخر اس علم کے چاند، دین کے سورج اور اتقاء کے گلزار کو اہل دنیا کی نگاہ سے اوجھل کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

متروکات

صاحب سیرۃ النبیؐ نے کتنا اچھا لکھا ہے، حضور پاک اپنی زندگی ہی میں اپنے پاس کیا رکھتے تھے جو مرنے کے بعد چھوڑ جاتے پہلے ہی اعلان فرما چکے تھے۔ لانورث ما ترکنا صدقۃ۔ ہم نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

عمرو بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے مرتے وقت کچھ نہ چھوڑا۔ نہ درہم، نہ دینار نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کچھ اور، صرف اپنا سفید خچر، ہتھیار اور کچھ زمین تھی جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے۔

آثار متبرکہ چند یادگاریں صحابہؓ کے پاس باقی رہیں۔ حضرت طلحہؓ کے پاس موئے مبارک تھے۔ حضرت انس بن مالک کے پاس موئے مبارک کے علاوہ نعلین مبارک اور ایک لکڑی کا ٹوٹا ہوا پیالہ تھا۔ ذوالفقار حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ حضرت عائشہؓ کے پاس وہ کپڑے تھے جن میں انتقال فرمایا۔ مہر منور اور عصائے مبارک حضرت صدیق اکبرؓ کو تفویض ہوئے۔ ان کے علاوہ سب سے بڑی نعمت اور دولت جو عرش عظیم

...ضرت عمرؓ کا انتخاب

جب طبیعت زیادہ کمزور ہو گئی تو آپ کو رسول اللہؐ کے جانشین کا فکر ہوا۔ آپ چاہتے تھے کہ مسلمان کسی طرح فتنۂ اختلاف سے مامون ... جائیں۔ اس لئے رائے مبارک یہ ہوئی کہ اہل الرائے صحابہؓ کے مشورہ ... خود ہی نامزدگی کر دیں۔ پہلے آپ نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا ... ر پوچھا عمرؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے عرض ... آپ ان کی نسبت جتنی بھی اچھی رائے قائم کرلیں، میرے نزدیک ... وہ اس سے بھی زیادہ بہتر ہیں، ہاں ان میں کسی قدر تشدد ضرور ہے۔ ... ضرت صدیقؓ نے جواب میں فرمایا: ان کی سختی اس لئے تھی کہ میں نرم ... جب ان پر ذمہ داری پڑ جائے گی تو وہ از خود نرم ہو جائیں گے۔ حضرت ... عبد الرحمٰن بن عوفؓ رخصت ہو گئے تو حضرت عثمانؓ کو طلب فرمایا ... رائے دریافت کی۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: آپ مجھ سے بہتر جانتے ... فرمایا پھر بھی آپ کی رائے کیا ہے؟ عرض کیا میں اس قدر کہہ سکتا ... ں کہ عمرؓ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے اور ان کی مثل ہم لوگوں میں ... کوئی نہیں۔

حضرت سعید بن زیدؓ اور اسید بن حضیرؓ سے بھی استفسار فرمایا حضرت ... بدؓ نے کہا عمرؓ کا باطن پاک ہے وہ نیکوکاروں کے دوست اور بدوں ... دشمن ہیں مجھے ان سے زیادہ قوی اور مستعد شخص نظر نہیں آتا۔ ... رت صدیق اکبرؓ نے اسی طرح یہ سلسلہ جاری رکھا اور مدینہ بھر میں یہ ... عام ہو گئی کہ آپ حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر فرما رہے ہیں۔ ... یہ حضرت طلحہؓ آپ کے پاس آئے اور کہا آپ جانتے ہیں کہ آپ

ہے درختوں کے پھل کھاتی ہے اور ٹھنڈی چھاؤں میں خوش رہتی ہے۔ پھر موت کے بعد تو وہاں جائے گی جہاں تجھ سے باز پرس نہ ہوگی! اے کاش! ابوبکرؓ بھی اس قدر خوش نصیب ہوتا۔ کبھی فرماتے اے کاش میں درخت ہوتا کھا لیا جاتا یا کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے اے کاش! میں سبزہ ہوتا اور چارپائے مجھے چر لیتے۔ ان ارشادات دردسے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رحلت نبویؐ کے بعد صدیق اکبرؓ کی درد و گداز کی کیفیتیں کہاں تک پہنچ چکی تھیں۔

آغازِ علالت

ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ہدیہ میں گوشت آیا تھا۔ آپ حارث بن کلدہ کے ساتھ اس کو تناول فرما رہے تھے کہ حارث نے کہا:۔ یا امیر المومنین! آپ نہ کھائیں مجھے اس میں زہر کی آمیزش کا اشتباہ ہو رہا ہے آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مگر اسی روز سے دونوں صاحب مضمحل رہنے لگے۔ ۷۔ جمادی الاخریٰ (دوشنبہ) ۱۳ھ کو آپ نے غسل فرمایا تھا۔ اسی روز سردی سے بخار ہو گیا اور پھر نہیں سنبھلے۔ جب تک جسم مبارک میں آخری توانائی باقی تھی۔ مسجد نبوی میں تشریف لاتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے۔ لیکن جب مرض نے غلبہ پا لیا تو حضرت عمرؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا۔ آئندہ آپ نماز پڑھائیں۔

بعض صحابہؓ نے حاضر ہو کر عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو ہم کسی طبیب کو بلا کر آپ کو دکھا دیں۔ فرمایا۔ طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے وہ پوچھنے لگے۔ اس نے کیا کہا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ، وہ کہتا ہے میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

مخاطب ہو کر فرمایا۔
"کیا تم اس شخص کو قبول کرو گے جسے میں تم پر خلیفہ مقرر کروں۔ خدا کی قسم! میں نے غور و فکر میں ذرا برابر بھی نہیں کی اس کے علاوہ میں نے اپنے کسی قریب و عزیز کو بھی تجویز نہیں کیا۔ میں عمر بن خطابؓ کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں جو کچھ میں نے کیا ہے اسے تسلیم کر لو۔"
وصیت نامہ کے الفاظ یہ تھے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ابوبکر بن ابوقحافہؓ کا وصیت نامہ ہے۔ جو اس نے آخر وقت دنیا میں جب کہ وہ اس جہان سے کوچ کر رہا ہے اور شروع وقت آخرت میں جب کہ وہ عالم بالا میں داخل ہو رہا ہے قلم بند کرایا۔ یہ ایسے وقت کی نصیحت ہے جس وقت کافر ایمان لے آتے ہیں بدکار سنبھل جاتے ہیں اور جھوٹے حق کے رو برو گردن جھکا دیتے ہیں۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطابؓ کو تم پر امیر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا تم ان کا حکم سننا اور اطاعت کرنا۔ میں نے اس معاملے میں خدا کی، رسولؐ کی، اسلام کی خود اپنی اور آپ لوگوں کی خدمت کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ اور کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اب اگر عمرؓ عدل کریں گے تو ان کے متعلق میرا علم اور حسنِ ظن یہی ہے اگر وہ بدل جائیں تو ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہے۔ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے نیک نیتی سے کیا ہے اور غیب کا علم سوائے خدا کے کسی کو

کی موجودگی میں عمرؓ کا ہم لوگوں سے کیا برتاؤ تھا؟ جب وہ خلیفہ ہو گئے تو معلوم نہیں کیا کریں؟ آپ بارگاہ الٰہی میں چلے جا رہے ہیں غور کر لیجئے، آپ اللہ کو اس کا کیا جواب دیں گے؟ میں خدا سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اس شخص کو مقرر کیا ہے جو سب سے اچھا تھا۔ پھر فرمایا! جو کچھ میں اب کر رہا ہوں، عمرؓ اس سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔

وصیّت نامہ تکمیل مشورت کے بعد آپ نے حضرت عثمانؓ کو طلب کیا اور فرمایا: عہد نامہ خلافت لکھئے ابھی چند سطریں لکھی گئی تھیں کہ آپ کو غش آ گیا۔ حضرت عثمان نے یہ دیکھکر یہ الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیئے کہ "میں عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں"۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمانؓ سے فرمایا! جو کچھ لکھا ہے مجھے پڑھ کر سناؤ۔ حضرت عثمانؓ نے ساری عبارت پڑھ دی تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور کہا: "خدا تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے"[1]

وصیت نامہ تیار ہو گیا تو حضرت عثمانؓ اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد میں بھیج دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو سنا دیں اور خود بھی بالاخانے پر تشریف لے گئے۔ شدتِ ضعف کے باعث اپنے قدموں پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ اس واسطے ان کی بی بی حضرت اسماءؓ دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے تھیں نیچے آدمی جمع تھے۔ ان سے

---

[1] الفاروق

پر عمر فاروق رضؓ کا تقرر حضرت صدیق اکبرؓ کا اسلام اور اس امت پر اس قدر بڑا احسان ہے کہ قیامت تک اس کی مثال نہیں مل سکتی۔
حضرت عمرؓ نے اپنے خلافت کے چند سالوں میں جو کچھ کیا اس کی صحیح حیثیت یہ ہے کہ اسلام کی طاقت فرش زمین پر بکھری پڑی تھی آپ نے اُسے جمع کیا اور پھر عرش عظیم تک پہنچا دیا۔

حسابات دُنیا کی بے باکی

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے غابہ کی ۲۰ وسق کھجوریں مجھے ہبہ کر دی تھیں۔ جب مرض کا غلبہ ہونے لگا تو ارشاد فرمایا بیٹی میں تمہیں ہر حال میں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہارے افلاس سے مجھے دکھ ہوتا ہے اور تمہاری خوش حالی سے مجھے راحت ملتی ہے۔ غابہ کی جو کھجوریں میں نے ہبہ کی تھیں اگر تم نے ان پر قبضہ کر لیا ہو تو خیر، ورنہ میری موت کے بعد وہ کھجوریں میرا ترکہ ہوں گی۔ تمہارے دوسرے دو بہن بھائی ہیں ان کھجوروں کو از روئے قرآن ان سب میں تقسیم کر دینا۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا اے بزرگ باپ! میں حکم والا کی تعمیل کروں گی اگر اس سے بہت زیادہ مال بھی ہوتا تو میں آپ کے ارشاد پر اسے چھوڑ دیتی۔

وفات سے کچھ عرصہ پہلے ارشاد فرمایا: بیت المال کے وظیفہ کا حساب کیا جائے جو میں نے آج تک وصول کیا ہے۔ حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کل ۶ ہزار درہم یا ۱۵ سو روپیہ دیا گیا ہے۔
ارشاد فرمایا! میری زمین فروخت کر کے یہ تمام رقم ادا کر دی جائے اسی وقت زمین فروخت کی گئی اور رسول امینؐ کے یار غار کے ایک ایک

نہیں ہے جو لوگ ظلم کریں گے وہ اپنا انجام جلد دیکھ لیں گے
وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

آخری وصایا اور دعا

اس کے بعد آپ نے حضرت عمر رضؓ کو خلوت میں بلایا اور مناسب وصیتیں کیں۔ پھر ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور کہا:۔

خداوندا! میں نے یہ انتخاب اس لئے کیا ہے تاکہ مسلمانوں کی بھلائی ہو جائے مجھے یہ خوف تھا کہ وہ کہیں فتنہ نفاق و فساد میں مبتلا نہ ہو جائیں اے مالک! جو کچھ میں نے کیا ہے تو اسے بہتر جانتا ہے۔ میرے غور و فکر نے یہی رائے قائم کی تھی۔ اور اس لئے میں نے ایک ایسے شخص کو والی مقرر کیا ہے جو میرے نزدیک سب سے زیادہ مستقل مزاج ہے اور سب سے زیادہ مسلمانوں کی بھلائی کا آرزو مند ہے اے اللہ! میں تیرے حکم سے اس دنیائے فانی کو چھوڑتا ہوں اب تیرے بندے تیرے حوالے، وہ سب تیرے بندے ہیں۔ ان کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے یا اللہ مسلمانوں کو صالح حاکم عنایت فرما۔ عمر رضؓ کو خلفائے راشدین کی صف میں جگہ عطا کر اور اس کی رعیت کو صلاحیت سے بہرہ مند فرما۔"

حضرت صدیق اکبر رضؓ کی ولایت و قبولیت کا اعجاز تھا کہ اس قدر اہم کٹھن اور پیچیدہ معاملہ اس قدر سہولت اور خوش اسلوبی سے طے ہو گیا۔ پہلے اور پچھلے مسلمانوں کا یہ فتویٰ ہے کہ خلافت

ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ اگر دن میں میرا دم نکلے تو شام سے پہلے۔ اور اگر رات میں نکلے تو صبح سے پہلے مثنیٰ کے لئے کمک بھیج دینا۔ پھر فرمایا: عمرؓ! کسی بھی مصیبت کی وجہ سے دین اسلام کی خدمت اور حکم ربانی کی تعمیل کو کل پر ملتوی نہ کرنا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کون سی مصیبت ہو سکتی تھی۔ مگر تم نے دیکھا کہ اس روز بھی جو کچھ میں نے کرنا تھا میں نے کر دیا۔ خدا کی قسم! اگر میں اس روز حکم خداوندی کی تعمیل سے غافل ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ ہم پر تباہی کی سزا مسلط کر دیتا اور مدینہ کے گوشے گوشے میں فساد کی آگ بھڑک اٹھتی اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شام میں کامیابی عطا فرمائے تو پھر خالدؓ کی فوجوں کو عراق کے محاذ پر بھیج دینا اس لئے کہ وہ آزمودہ کار بھی ہیں اور عراق کے حالات سے باخبر بھی ہیں۔

عائشہ صدیقہؓ کی دردمندیاں

انتقال کے روز دریافت

فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز رحلت فرمائی تھی۔ لوگوں نے کہا: دوشنبہ (پیر) کے روز۔ ارشاد فرمایا تو میری آرزو بھی یہی ہے کہ میں آج رخصت ہو جاؤں۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دے تو میری قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقد مبارک کے پاس بنائی جائے۔ اب وفات کا وقت قریب آ رہا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا؟ عرض کیا تین کپڑوں کا ارشاد فرمایا: میرے کفن میں بھی تین کپڑے

مال کو بیت المال کے بار سے سبکدوش کر دیا گیا۔ جب یہ ادائیگی ہو چکی تو ارشاد فرمایا،

تحقیقات کی جائے کہ خلافت قبول کرنے کے بعد میرے مال میں کیا کچھ اضافہ ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ پہلا اضافہ ایک حبشی غلام کا ہے جو بچوں کو کھلاتا ہے اور مسلمانوں کی تلواروں کو صیقل بھی کرتا ہے دوسرا اضافہ ایک اونٹنی کا ہے جس پر پانی لایا جاتا ہے۔ تیسرا اضافہ ایک سو روپے کی چادر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہنچا دی جائیں۔

رحلت مبارک کے بعد جب یہ سامان خلیفہ حضرت فاروق رضؓ کے سامنے آیا تو آپ رو پڑے اور کہا: "اے ابوبکر رضؓ تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے ہو"۔

آخری سانس میں ادائے فرض | حضرت صدیق اکبر رضؓ کی حیات

پاک کا آخری دن تھا کہ حضرت مثنیٰ رضؓ نائب سالار عراق آ پہنچے اس وقت حضرت امیر المومنین رضؓ جان کنی کے آخری مراحل سے گزر رہے تھے۔ مثنیٰ رضؓ کی آمد معلوم ہوئی تو کسی خطرے کا احساس کر کے انہیں اسی وقت بلا بھیجا۔ انہوں نے محاذِ جنگ کے تمام حالات تفصیل سے بیان کئے اور کہا کہ کسریٰ نے اپنی تازہ دم فوجیں محاذِ عراق پر بھیج دی ہیں۔ حالات سن کر اسی حال میں عمر فاروق رضؓ کو طلب کر کے ارشاد فرمایا:۔

عمر رضؓ! جو کچھ میں کہتا ہوں اسے سنو اور اس پر عمل کرو۔ مجھے امید

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ نزع کے وقت میں اپنے باپ کے سرہانے گئی تو یہ شعر پڑھا:۔

"جس کے آنسو ہمیشہ رُکے رہیں ایک دن وہ بھی بہ جائیں گے۔ ہر سوار کی ایک منزل ہوتی ہے اور ہر پہننے والے کو ایک کپڑا دیا جاتا ہے"۔

فرمایا۔ بیٹی! اس طرح نہیں، حق بات اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے جَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ (موت کی بے ہوشی کا وقت آگیا یہ وہی وقت ہے جس سے تم بھاگتے تھے)

انتقال پاک

پاک زندگی کا خاتمہ اس کلام پر ہوا۔ رَبِّ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ،

اے اللہ! مجھے مسلمان اُٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر

جب روحِ اقدس نے پرواز کی تو ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ تاریخ تھی دوشنبہ کا دن عشاء اور مغرب کا درمیانی وقت، عمر شریف ۶۳ سال تھی۔ ایامِ خلافت ۲ برس ۳ مہینے اور ۱۰ دن۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضؓ نے غسل دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضؓ جسمِ اطہر پر پانی بہاتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدِ مبارک کے ساتھ قبر شریف اس طرح کھودی گئی تھی کہ آپ کا سر مبارک حضرت رحمۃ للعالمین ؐ کے دوش پاک کے ساتھ رہے اور قبروں کے تعویذ برابر برابر آجائیں۔ حضرت عمر رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت عثمان رضؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے میت پاک کو آغوش لحد میں اُتارا اور ایک ایسی برگزیدہ شخصیت

ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں دھولی جائیں اور ایک کپڑا بنا لیا جائے۔

حضرت صدیقہؓ نے دردمندانہ کہا: ابّا جان ہم اس قدر غریب نہیں ہیں کہ نیا کفن بھی نہ خرید سکیں ارشاد فرمایا:۔

بیٹی اپنے کپڑے کی مردوں کی نسبت زندوں کو زیادہ ضرورت ہے۔ میرے لئے یہی پھٹا پرانا ٹھیک ہے۔"

موت کی ساعتیں لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس ڈوبتے ہوئے چاند کے سرہانے بیٹھی تھیں اور آنسو بہا رہی تھیں غم آلود اور حسرت انگیز خیالات آنسوؤں کے ساتھ ساتھ دماغ کی پہنائی سے اتر رہے تھے اور زبان سے بہ رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے یہ شعر پڑھا:۔

بہت سی نورانی صورتیں ہیں جن سے بادل بھی پانی مانگتے تھے وہ یتیموں کے فریاد رس تھے اور بیواؤں کے پشت پناہ تھے۔"

یہ سن کر حضرت صدیقؓ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا: میری بیٹی! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دوسرا شعر پڑھا:۔

قسم ہے تیری عمر کی جب موت کی ہچکی لگ جاتی ہے تو پھر کوئی زر و مال کام نہیں دیتا۔"

ارشاد فرمایا: یہ نہیں، اس طرح کہو جَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَالِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ موت کی بے ہوشی کا صحیح وقت آ گیا۔ یہ وہ ساعت ہے جس سے تم بھاگتے تھے۔

پر آ گیا۔ موصوف نے کس شفقت اور جانفشانی سے اپنے فرائض خلافت ادا کیئے، اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے کیجیئے۔

ہرمزان بڑی شان و شوکت کا سپہ سالار تھا۔ یزدگرد شہنشاہ ایران نے اسے اہواز اور فارس، دو صوبوں کی گورنری دے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجا تھا۔ جنگ ہوئی تو ہرمزان نے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ اسے مدینہ میں صحیح و سلامت پہنچا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ جو کچھ بھی فیصلہ کریں گے اسے منظور ہوگا۔ ہرمزان بڑی شان و شوکت سے روانہ ہوا۔ بڑے بڑے ایرانی رئیس اس کے ہمرکاب تھے۔ جب یہ مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے تاج مرصع سر پر رکھا دیبا کی قبا زیب بدن کی، کمر سے مرصع تلوار لگائی اور شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا۔ مسجد نبویؐ کے قریب پہنچ کر پوچھا گیا امیرالمؤمنین کہاں ملیں گے؟ ایرانیوں کا خیال تھا کہ جس شخص کے دبدبے نے تمام دنیا میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس کا دربار بھی بڑے ساز و سامان کا ہوگا۔ ایک بدوی نے اشارہ سے بتایا وہ ہیں امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ اس وقت صحن مسجد میں فرشِ خاک پر لیٹے ہوئے تھے۔

جب یرموک میں ۳۰ ہزار رومی اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن کر مسلمانوں کے ساتھ لڑے تو حضرت عمرؓ کا حال کیا تھا؟ صحیح روایت ہے کہ جب تک یہ لڑائی ہوتی رہی حضرت عمرؓ رات کے وقت چین سے نہیں سوئے۔ پھر جب فتح کی خبر پہنچی تو بے اختیار سجدے میں گر گئے اور آنسو بہانے لگے۔

کو جو رسول دوجہاں کے بعد اُمتِ مسلمہ کی سب سے زیادہ مقبول بزرگوار اور صالح شخصیت تھی ہمیشہ کے لئے چشمِ جہاں سے اوجھل کر دیا گیا۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ہ

شہادتِ فاروق رضی اللہ عنہٗ

بارِ خلافت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پاک کے بعد دین توحید اور امتِ مسلمہ کی پاسبانی کا کام ایک پہاڑ تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ بوجھل یہ ناقابلِ برداشت بوجھ اسلام کے دو مخلص ترین فرزندوں نے متحد ہو کر اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ ان میں پہلی شخصیت حضرت صدیق اکبرؓ کی تھی اور دوسری حضرت عمر فاروقؓ کی۔ حضرت صدیقؓ کی کیفیت یہ تھی کہ انہیں ایک طرف فراقِ رسولؐ کا غم کھائے جا رہا تھا، اور دوسری طرف اسلام اور امت کے افکار ان کے دل و دماغ کو پگھلاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وفاتِ نبویؐ کے بعد آپ صرف سوا دو سال جی سکے۔ اس کے بعد یہ پورا بوجھ حضرت عمر فاروقؓ کے کندھوں

گیا تو صرف کھانے کا خرچ لوں گا۔ پھر بھی مجھ سے برابر باز پرس کرتے رہنا کہ میں نہ تو بے جا طور پر جمع کروں اور نہ بے جا طور پر خرچ کر سکوں۔ بیماری میں شہد کی ضرورت ہوئی تو مسجدِ نبوی میں سب کو جمع کر کے درخواست کی۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو بیت المال سے تھوڑا سا شہد لے لوں۔ لوگوں نے منظور کیا تو شہد لیا۔

رات رات بھر نمازیں پڑھتے تھے اور اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے ہچکی بند جاتی تھی۔ آنسوؤں کی روانی سے چہرہ اقدس پر دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن شدادؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب قرأت کرتے ہوئے آیۂ پاک اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ پر پہنچے تو اس زور سے روئے کہ لوگ مضطرب ہو گئے۔

امام حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ تو اس قدر روئے کہ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ بعض دفعہ لوگوں کو شبہ ہوتا تھا کہ فرطِ غم سے آپ کا دل چھوٹ جائیگا اور اب آپ بچیں گے نہیں۔ کئی دفعہ حالت اس قدر رقیق ہو جاتی تھی کہ کئی کئی دن تک لوگ بیمار پرسی کرنے آتے تھے۔

ایک صحابی اُن اعمالِ حسنہ کا ذکر کر رہے تھے جو انہوں نے رسول اللہ کے ساتھ مل کر انجام دیئے تھے۔ حضرت عمرؓ بے قرار ہو گئے اور ارشاد فرمایا! مجھے اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تو اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ اگر اجر نہ ملے تو عذاب

جنگ قادسیہ میں شہنشاہ ایران نے ملک کی آخری طاقتیں میدان جنگ میں جھونک دی تھیں۔ جنگ کی بلاخیزی کا اس سے اندازہ کیجئے کہ صرف ایک دن کے اندر معرکۂ اغواث میں ۱۰ ہزار ایرانی اور ۲ ہزار مسلمان مقتول و مجروح ہوئے تھے۔ دوران جنگ میں حضرت عمرؓ کا حال یہ تھا کہ جب سے قادسیہ کا معرکہ شروع تھا آپ ہر روز طلوع آفتاب کے ساتھ مدینہ سے نکل جاتے تھے اور کسی درخت کے نیچے اکیلے کھڑے قاصد کی راہ تکتے رہتے تھے۔ جب قاصد فتح کی خبر لایا تو آپ اس وقت بھی باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے جب معلوم ہوا کہ سعدؓ کا قاصد ہے تو آپ نے حالات پوچھنے شروع کر دیئے قاصد اونٹ بھگائے جاتا تھا۔ حالات بیان کرتا جاتا تھا اور حضرت عمرؓ رکاب کے ساتھ دوڑتے جاتے تھے جب شہر کے اندر مسلمانوں نے انہیں امیر المومنین کہہ کر پکارنا شروع کیا تو قاصد حیرت زدہ رہ گیا کہ آپ ہی رسول اللہؐ کے جانشین ہیں اب قاصد کہتا تھا امیر المومنین! آپ نے اپنا نام کیوں نہ بتایا کہ میں اس گستاخی کا مرتکب نہ ہوتا، مگر آپ فرماتے تھے: یہ نہ کہو اپنی اصلی بات جاری رکھو۔ قاصد بیان کرتا گیا اور آپ اسی طرح رکاب کے ساتھ ساتھ چل کر گھر تشریف لائے۔

جب خلافت کی ذمہ داری قبول فرما چکے تو مسلمانوں کو مسجد نبویؐ میں جمع کر کے ارشاد فرمایا: مسلمانو! مجھے تمہارے مال میں اس قدر حق ہے جس قدر کہ یتیم کے سرپرست کو یتیم کے مال میں ہوتا ہے۔ اگر میں دولت مند ہوا تو کچھ معاوضہ نہیں لوں گا۔ اگر تہی دست ہو

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم رسول اللہ ؐ کا طریقہ چھوڑ دو گے تو ضرور بھٹک جاؤ گے۔

حضرت احوص رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ کے سامنے گوشت پیش کیا گیا۔ جس پر گھی پڑا ہوا تھا۔ آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا، یہ ایک سالن نہیں ہے یہ دو سالن ہیں۔ گھی الگ سالن ہے اور گوشت الگ سالن ہے۔ پھر اس تکلف کی کیا ضرورت ہے کہ دونوں سالنوں کو جمع کر کے کھایا جائے۔

صحابہ رضؓ نے آپ کے جسم مبارک پر کبھی نرم کپڑا نہیں دیکھا تھا آپ کے کرتے میں بارہ بارہ پیوند ہوتے تھے۔ سر پر پھٹا عمامہ ہوتا تھا۔ اور پاؤں میں پھٹی جوتی ہوتی تھی۔ پھر جب اسی حال میں قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے تو مسلمان شرما جاتے تھے مگر آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اور حضرت حفصہ رضؓ دونوں نے مل کر کہا: امیر المومنین! خدا نے آپ کو مرتبہ دیا۔ شہنشاہوں کے سفیر آپ کے پاس آتے ہیں، اب آپ کو اپنی معاشرت بدل دینی چاہیئے۔ فرمایا: افسوس ہے تم دونوں رسول اللہ ؐ کی ازواج ہو کر مجھے دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو؟ اے عائشہ رضؓ تم رسول اللہ ؐ کی حالت کو بھول گئیں۔ جب کہ گھر میں صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا۔ اسی کو آپ دن کے وقت بچھاتے تھے اور اسی کو رات اوڑھتے تھے اے حفصہ رضؓ! کیا تمہیں یاد نہیں جب ایک رات تم نے رسول اللہ ؐ کے بستر کو دوہرا کر کے بچھا دیا تو آپ رات بھر سوتے رہے۔ پھر صبح اٹھتے ہی حضور ؐ نے ارشاد فرمایا، حفصہ رضؓ! یہ تم نے کیا کیا کہ تم

ہی سے بچ جاؤں۔

ایک راستے پر سے گذر رہے تھے کہ کچھ خیال آیا۔ وہیں آپ زمین کی طرف جھکے اور ایک تنکا اٹھا لیا۔ پھر ارشاد فرمایا اے کاش! میں اس تنکے کی طرح خس و خاشاک ہوتا اے کاش! میں پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا: اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا دنیا کے تمام لوگ بخش دیئے گئے ہیں تب بھی میرا خوف زائل نہیں ہوگا۔ میں سمجھوں گا شاید وہ ایک بدقسمت انسان میں ہوں گا۔

ان خیالات نے آپ کی معاشی زندگی میں بڑی تکلیف پیدا کر دی تھی۔ آپ روم اور ایران کے شہنشاہ بن چکے تھے پھر بھی آپ سے فقر و فاقہ کی زندگی نہ چھٹی۔ لوگ اس کو محسوس کرتے تھے مگر آپ راضی برضا تھے۔ ایک دن آپ کی صاحبزادی اُم المومنین حضرت حفصہؓ نے جرأت کر کے یہ کہہ ہی دیا: والدِ محترم! خدا نے آپ کو بڑا درجہ دیا ہے آپ کو اچھے لباس اور اچھی غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیئے۔ ارشاد فرمایا: اے جانِ پدر! معلوم ہوتا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے فقر و فاقہ کو بھول گئی ہو۔ خدا کی قسم! میں انہیں کے نقشِ قدم پر چلوں گا تا آنکہ آخرت کی مسرت حاصل کروں۔ اس کے بعد آپ نے رسول اللہ ﷺ کی تنگ دستی کا ذکر چھیڑ دیا۔ یہاں تک کہ حضرت حفصہؓ بے قرار ہو کر رونے لگیں۔

ایک دفعہ یزید بن سفیان نے آپ کی دعوت کی۔ جب دسترخوان پر بعض اچھے کھانے آئے تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا:

سے کہ بیت المال پر بوجھ نہ پڑے۔ آپ اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں پر برابر پیوند لگاتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے تو امام حسنؓ نے آپ کے کرتہ کے پیوند گنے بارہ شمار میں آئے۔ ابو عثمان کہتے ہیں کہ میں نے آپ کا پاجامہ دیکھا اس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔

ایک دفعہ بحرین سے مالِ غنیمت میں مشک و عنبر آیا اور اُسے تقسیم کرنے کے لئے آپ کو ایک ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو نہایت احتیاط کے ساتھ وزن کر سکے۔ آپ کی بیوی نے کہا میں نہایت ہی خوش اسلوبی سے اس خدمت کو انجام دے سکتی ہوں۔ فرمایا: عاتکہ! میں تجھ سے یہ کام نہیں لوں گا۔ مجھے ڈر ہے کہ مشک تمہاری انگلیوں میں لگ جائے گا۔ پھر تم اسے اپنے جسم پر ملوگی اور جواب دہ اس کا میں ہوں گا۔

ایک دفعہ سر پر چادر ڈال کر دوپہر میں گشت کے لئے نکلے۔ اسی وقت ایک غلام گدھے پر سوار جا رہا تھا۔ چونکہ تھک گئے تھے اس لئے سواری کی خواہش ظاہر کی۔ غلام فوراً اتر پڑا۔ اور گدھا پیش کیا۔ فرمایا: میں تمہیں اس قدر تکلیف نہیں دے سکتا۔ تم بدستور سوار ہو میں پیچھے بیٹھ جاتا ہوں اسی حالت میں مدینہ منورہ کے اندر داخل ہوئے لوگ حیران ہوتے تھے کہ غلام آگے بیٹھا ہے اور امیر المومنین اس کے پیچھے سوار ہیں۔

انتظامِ سلطنت کے سلسلے میں کئی دفعہ سفر کئے مگر کبھی خیمہ ساتھ نہ لیا۔ ہمیشہ درخت کے سائے میں ٹھہرتے تھے اور فرش خاک پر

نے میرے بستر کو دھرا کر دیا اور میں صبح تک سوتا رہا مجھے دنیاوی آسائشوں سے کیا تعلق تم نے فرش کی نرمی سے مجھے کیوں غافل کر دیا؟"

ایک دفعہ کُرتہ پھٹ گیا تو آپ پیوند پر پیوند لگاتے تھے حضرت حفصہ رضؓ نے روکا تو فرمایا: اے حفصہ رضؓ میں مسلمانوں کے مال میں اس سے زیادہ تصرّف نہیں کر سکتا۔

جب آپ منڈی کی تنبیہ و ہدایت کے لئے بازار میں گشت فرماتے تھے تو کوئی پرانی رسّی یا کھجور کی گٹھلی جو سامنے آجاتی، آپ اٹھا لیتے تھے اور لوگوں کے گھروں میں پھینک دیتے تھے تاکہ لوگ پھر ان سے نفع اٹھائیں۔

ایک دفعہ عتبہ بن فرقد آپ کے پاس آئے، دیکھا کہ اُبلا ہوا گوشت اور سُوکھی روٹی کے ٹکڑے سامنے رکھے ہیں اور انہیں زبردستی حلق کے نیچے اتار رہے ہیں۔ اُن سے رہا نہ گیا کہنے لگے امیر المومنین! اگر آپ کھانے پینے میں کچھ زیادہ صرف کریں تو اس سے اُمت کے مال میں کمی نہیں آسکتی" فرمایا: افسوس! کیا تم مجھے عیش و عشرت کی ترغیب دیتے ہو؟ ربیع بن زیاد نے کہا: امیر المومنین آپ اپنے خداداد مرتبہ کی وجہ سے عیش و آرام کے زیادہ مستحق ہیں۔ اب آپ خفا ہو گئے اور فرمایا! میں قوم کا امین ہوں۔ کیا امانت میں خیانت جائز ہے؟"

اپنے وسیع کنبہ کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے ایک دفعہ سفرِ حج میں کل ۸۰ درہم خرچ آ گئے اس پر بار بار افسوس کرتے تھے کہ مجھ سے فضول خرچی ہو گئی ہے اس خیال

حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز صبح سویرے مجھے شک ہوا کہ سامنے کے جھونپڑے میں حضرت عمرؓ تشریف فرما ہیں۔ پھر خیال آیا کہ امیر المومنین کا یہاں کیا کام؟ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک نابینا ضعیفہ رہتی ہیں اور حضرت عمرؓ روزانہ اس کی خبر گیری کے لئے آتے ہیں۔

یہ تھی حضرت فاروق اعظمؓ کی روزانہ زندگی۔ اللہ کا بے پناہ خوف مسلمانوں کی بے پناہ خدمت، شب و روز کی بے پناہ مصروفیتیں، ان سب پر مستزاد یہ کہ ایک رات بھی پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے اور ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جسم پاک روز بروز تحلیل ہوتا گیا۔ قوت گھٹ گئی۔ جسم مبارک سوکھ گیا اور بڑھاپے سے بہت پہلے بڑھاپا محسوس کرنے لگے۔ ان ایام میں اکثر فرمایا کرتے "اگر کوئی دوسرا شخص بارِ خلافت اٹھا سکتا تو خلیفہ بننے کی بجائے مجھے یہ بہت زیادہ پسند تھا کہ میری گردن اڑا دی جائے۔

سنہ ۲۳ھ میں کرمان سجستان، مکران اور اصفہان کے علاقے فتح ہوئے۔ گویا سلطنتِ اسلامی کی حدود مصر سے بلوچستان تک وسیع ہو گئیں۔ اسی سال آپ نے آخری حج فرمایا۔ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راہ میں ایک مقام پر ٹھہر گئے اور بہت سی کنکریاں جمع کر کے ان پر چادر بچھائی۔ پھر چت لیٹ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کرنے لگے:

"خداوندا! اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے۔ میرے قویٰ کمزور پڑ گئے ہیں اور میری رعایا ہر جگہ پھیل گئی ہے۔ اب تو مجھے اس حالت

اپنا بستر جما لیتے تھے۔ کبھی کسی درخت پر اپنا کمبل تان لیتے تھے اور دوپہر کاٹ لیتے تھے۔

۱۸ھ میں قحط پڑا۔ اس وقت حضرت عمرؓ کی بے قراری قابل دید تھی۔ گوشت گھی اور تمام دوسری مرغوب غذائیں ترک فرما دیں ایک دن اپنے بیٹے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھا تو سخت خفا ہوئے کہنے لگے! مسلمان بھوک کے مر رہے ہیں اور تم میوے کھاتے ہو۔

چونکہ گھی کی بجائے روغن زیتون کھانا شروع کر دیا تھا اس واسطے یک روز شکم مبارک میں قراقر ہوا۔ آپ نے پیٹ میں انگلی چبھو کر فرمایا۔ جب تک ملک میں قحط ہے تمہیں یہی کچھ ملے گا۔

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک وفد نے مل کر عرض کیا کہ اگر آنجناب ذرا بہتر کھانا کھایا کریں تو اللہ تعالے کے کام میں اور زیادہ قوی ہو جائیں۔ آپ نے پوچھا کیا یہ تمہاری ذاتی رائے ہے یا سب مسلمان اس کا تقاضا کرتے ہیں؟ عرض کیا گیا، یہ سب مسلمانوں کی متفقہ رائے ہے۔ فرمایا، میں تمہاری خیر خواہی کا مشکور ہوں مگر میں اپنے دو پیش روؤں کی شاہراہ ترک نہیں کر سکتا۔ مجھے ان کی ہم نشینی یہاں کی لذتوں سے زیادہ مرغوب ہے۔

جو لوگ محاذِ جنگ پر ہوتے ان کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے پوچھ کر انہیں بازار سے سودا سلف لا دیتے۔ اہل فوج کے خطوط آتے تو خود گھروں میں پھر کر پہنچاتے جس گھر میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہوتا وہاں خود ہی چوکٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والے جو کچھ لکھاتے لکھ دیتے۔

حضرت عمرؓ: کتنا ٹیکس ہے؟

فیروز: دو درہم روزانہ (سات آنے)

حضرت عمرؓ: تمہارا پیشہ کیا ہے۔

فیروز:۔ نجاری، نقاشی اور آہن گری۔

حضرت عمرؓ: ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے۔

فیروز کے لئے یہ جواب ناقابل برداشت تھا۔ وہ عناد سے لبریز ہو گیا اور دانت پیستا باہر چلا گیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ امیر المومنین میرے سوا ہر ایک کا انصاف کرتے ہیں۔ چند روز کے بعد حضرت موصوفؓ نے اسے پھر یاد فرمایا اور پوچھا میں نے سنا ہے کہ تم ایک چکی تیار کر سکتے ہو جو ہوا سے چلے؟ فیروز نے ترش روئی سے جواب دیا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی چکی تیار کروں گا جسے یہاں کے لوگ کبھی نہیں بھولیں گے۔

فیروز رخصت ہو گیا تو آپ نے فرمایا یہ نوجوان مجھے قتل کی دھمکی دے گیا ہے۔

دوسرے روز ایک دو دھارا خنجر جس کا قبضہ وسط میں تھا۔ آستین میں چھپایا اور صبح سویرے مسجد کے گوشے میں آبیٹھا۔ مسجد میں کچھ لوگ صفیں سیدھی کرنے پر مقرر تھے۔ جب وہ صفیں سیدھی کر لیتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، تشریف لاتے اور امامت کراتے تھے۔ اس روز بھی اسی طرح ہوا۔ جب صفیں سیدھی ہو چکیں تو حضرت عمرؓ امامت کے لئے آگے بڑھے اور جونہی نماز شروع کی فیروز نے دفعتہً گھات میں نکل کر چھ وار کئے۔ جن میں ایک ناف کے نیچے پڑا۔ دنیا نے اس دردناک ترین حالت میں خدا پرستی کا ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ اس وقت جبکہ

میں اٹھالے کہ میرے اعمال برباد نہ ہوں اور میری عمر کا پیمانہ اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔"

سامان شہادت

کعب بن احبار رضی نے کہا: میں تورات میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ شہید ہونگے آپ نے فرمایا کیسے ممکن ہے کہ عرب میں رہتے ہوئے شہید ہو جاؤں؟ پھر دعا فرمائی اے خداوندا! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا کر اپنے محبوب کے مدینہ کی حدود کے اندر پیغام اجل ارزانی فرما۔

ایک دن خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مُرغ آیا ہے اور مجھ پر ٹھونگیں مار رہا ہے۔ اس کی تعبیر یہی ہو سکتی ہے کہ اب میری موت کا زمانہ قریب آگیا۔ میری قوم مطالبہ کر رہی ہے کہ میں اپنا ولی عہد مقرر کروں۔

یاد رکھو کہ میں موت کا مالک ہوں نہ دین اور خلافت کا۔ خدا تعالےٰ اپنے دین اور خلافت کا خود محافظ ہے وہ انہیں کبھی ضائع نہیں کریگا۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حکم دیا کہ کوئی مشرک جو بالغ ہو مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ گورنر کوفہ نے آپ کو لکھا کہ یہاں کوفہ میں فیروز نامی ایک بہت ہوشیار نوجوان ہے اور وہ نقاشی نجاری اور آہن گری میں بڑی مہارت رکھتا ہے اگر آپ اسے مدینہ میں داخلے کی اجازت عطا کریں تو وہ مسلمانوں کے بہت کام آئے گا۔ حضرت عمر رضی نے حکم دیا کہ اس کو بھیج دیا جائے۔ فیروز نے مدینہ پہنچ کر شکایت کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت زیادہ ٹیکس لگا رکھا ہے۔ آپ کم کرا دیجئے۔

کے لئے قربان کر دیتا۔

انتخاب خلافت کی مہم

جب تک حضرت فاروق اعظم رضؓ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے تھے انہیں نئے انتخاب کا تصور تک نہیں ہوا وہ یوں سمجھتے تھے کہ شاید اسلام کا یہ سب سے بڑا خادم یونہی عرصہ دراز تک امت رسولؐ کی حفاظت کرتا رہے گا۔ جب عمر فاروق رضؓ ناگہاں بستر پر گر پڑے تو مسلمانوں کو اب پہلی دفعہ اپنی بے لبسی اور اسلام کی تنہائی کا احساس ہوا۔ اب ہر مسلمان کو سب سے پہلا فکر یہی تھا کہ اب حضرت عمر رضؓ کے بعد اس امت کا محافظ کون ہوگا؟ جتنے بھی لوگ خبر گیری کے لئے آتے تھے، یہی عرض کرتے تھے، امیر المومنین! آپ اپنا جانشین مقرر کر تے جاہیئے "آپ مسلمانوں کا یہ تقاضا سنتے تھے اور چپ ہو جاتے تھے۔ آخر ارشاد فرمایا! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ موت کے بعد بھی یہ بوجھ میرے ہی کندھوں پر رہے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ میری آرزو صرف یہی ہے کہ میں اس مسئلہ سے اس طرح الگ ہو جاؤں کہ میرے عذاب و ثواب کے دونوں پلڑے برابر رہ جائیں۔

حضرت فاروق اعظم نے انتخاب خلافت کے مسئلہ پر مدتوں غور فرمایا تھا اور وہ اکثر اسی کو سوچا کرتے تھے لوگوں نے متعدد مرتبہ ان کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا جاتا تو ارشاد فرماتے ہیں خلافت کے معاملے میں حیران ہوں کچھ نہیں سوجھتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قدموں پر گر رہے تھے۔ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا۔ اور خود وہیں زخموں کے صدمہ سے زمین پر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ سامنے پڑے تڑپ رہے تھے۔ فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا۔ لیکن آخر وہ پکڑا گیا اور اسی وقت اس نے خودکشی کر لی۔

حضرت فاروقؓ کو اٹھا کر گھر لایا گیا۔ آپ نے سب سے پہلے یہ دریافت فرمایا کہ میرا قاتل کون تھا؟ لوگوں نے عرض کیا فیروز۔ اس جواب سے چہرہ انور پر بشاشت ظاہر ہوئی اور زبان مبارک سے فرمایا الحمد للہ۔ میں کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں۔ اس لئے شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا مگر یہ دونوں چیزیں زخم کی راہ سے باہر آگئیں اس سے تمام مسلمانوں پر افسردگی طاری ہو گئی اور وہ سمجھے کہ اب حضرت عمر جانبر نہ ہو سکیں گے۔

حضرت عمرؓ تنہا زخمی نہیں ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا مدینہ زخمی ہو گیا۔ خلافت اسلامیہ زخمی ہو گئی ہے اس سے بھی زیادہ یہ کہ خود اسلام پاک زخمی ہو گیا ہے۔ غم میں ڈوبے ہوئے لوگ آپ کی عیادت کے لئے آتے تھے اور بے اختیار آپ کی تعریفیں کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ آئے اور بے اختیار آپ کے فضائل و اوصاف بیان کرنے لگے۔ ارشاد فرمایا! اگر آج میرے پاس دنیا بھر کا سونا بھی موجود ہوتا تو میں اسے خوف قیامت سے رستگاری حاصل کرنے

کتنا ہے؟ حساب لگا کر بتایا گیا کہ ۸۶ ہزار درہم فرمایا۔ یہ قرض آل عمرؓ کے حساب سے ادا کیا جائے۔ اگر ان میں استطاعت نہ ہو تو خاندانِ عدی سے امداد لی جائے اگر پھر بھی ادا نہ ہو کل قریش سے لیا جائے لیکن قریش کے علاوہ دوسروں کو تکلیف نہ دی جائے۔

حضرت عمرؓ کے غلام نافعؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ پر قرض کیونکر رہ سکتا تھا۔ جب کہ ان کے ایک وارث نے اپنا حصہ وراثت ایک لاکھ میں بیچا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا۔ جس کو امیر معاویہؓ نے خریدا اور قرض ادا ہو گیا۔

تصفیۂ قرض کے بعد بیٹے سے فرمایا: تم ابھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے التماس کرو عمرؓ چاہتا ہے کہ اسے اپنے دو رفیقوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت دی جائے عبداللہ بن عمرؓ نے آپ کا یہ پیغام حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پہنچایا تو وہ بے حد درد مند ہوئیں اور فرمایا! میں نے یہ جگہ اپنے لئے محفوظ رکھی تھی۔ مگر آج میں عمرؓ کو اپنے ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ جب بیٹے نے آپ کو حضرت عائشہؓ کی منظوری کی اطلاع دی تو بے حد خوش ہوئے اور اس آرزو کی قبولیت پر بہ صد خلوص و نیاز شکر ادا کرنے لگے۔

اب کرب و تکلیف کی حالت شروع ہو چکی تھی۔ اسی حالت میں لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا،

جو شخص خلیفہ منتخب ہو وہ پانچ جماعتوں کے حقوق کا لحاظ رکھے مہاجرین کا انصار کا اعراب کا۔ ان اہل عرب کا جو دوسرے شہروں میں جا کر آباد

بار ہا کے غور و فکر کے بعد بھی ان کی نظر کسی ایک شخص پر جمتی نہیں تھی۔ بار ہا ان کے منہ سے ایک بے ساختہ آہ نکل جاتی تھی، افسوس مجھے اس بار کا کوئی اٹھانے والا نظر نہیں آتا۔

ایک شخص نے کہا: آپ عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے؟ فرمایا: اے شخص! خدا تجھے غارت کرے واللہ میں نے کبھی خدا سے یہ استدعا نہیں کی۔ کیا میں ایسے شخص کو خلیفہ بنا دوں جس میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کی بھی صحیح قابلیت موجود نہیں ہے۔"

اسی سلسلہ میں فرمایا: میں اپنے ساتھیوں کو خلافت کی حرص میں مبتلا دیکھ رہا ہوں۔ ہاں اگر آج سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہؓ یا ابوعبیدہ بن جراحؓ زندہ ہوتے تو میں ان کے متعلق کہہ سکتا تھا۔ اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بہت زیادہ پسند تھا کہ انتخاب خلافت کے مسئلہ کو چھوئے بغیر اس دنیا کو عبور کر جائیں۔ لیکن مسلمانوں کا اصرار روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد عثمانؓ علیؓ طلحہؓ۔ زبیرؓ عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن وقاصؓ تین دن کے اندر جس شخص کو منتخب کر لیں اسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔

سفر آخرت کی تیاری

آخری گھڑیوں میں اپنے صاحبزادے عبداللہؓ کو طلب فرمایا وہ حاضر ہو گئے تو ارشاد فرمایا۔ عبداللہ حساب کرو، مجھ پر قرض

نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ حضرت علی رضؓ حضرت عثمان رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت سعد وقاص رضؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے قبر میں اتارا۔ اور دنیائے اسلام کے اس درخشندہ ترین آفتاب کو آقائے انسانیت کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا۔

انّا للّٰہِ وانّا الیہِ راجِعُون

مسلمانوں کو حضرت عمر فاروق رضؓ کی شہادت سے جو صدمہ ہوا الفاظ سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہر مسلمان نے اپنی عقل کے مطابق انتہائی غم واندوہ کا اظہار کیا۔ حضرت اُم ایمن رضؓ نے کہا جس روز عمر رضؓ شہید ہوئے، اسی روز اسلام کمزور پڑ گیا۔
حضرت ابو اسامہ رضؓ نے کہا، حضرت صدیق اکبر رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ اسلام کے مائی باپ تھے وہ گذر گئے تو اسلام یتیم ہو گیا۔ خدا کہتا ہے کہ وہ گذرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ تک زندہ رہیں گے۔

اللہ کے نیک بندے اپنے ذاتی دشمنوں کی خطائیں اس وقت بھی معاف کر دیتے ہیں، جب انہیں بدلہ لینے کی پوری پوری طاقت حاصل ہوتی ہے وہ اپنے لئے کسی کو تکلیف نہیں دیتے، لوگوں کو سزا دینے کیلئے ان کا ہاتھ اس وقت اٹھتا ہے، جب ایسا کرنا دین کے فائدہ کے لئے ضروری ہو۔

ہوئے ہیں۔ اور اہل ذمہ کا۔ پھر ہر جماعت کے حقوق کی تشریح فرمائی اور اہل ذمہ کے متعلق ارشاد فرمایا:۔
میں خلیفۂ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا تعالےٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کا لحاظ رکھے اور اہل ذمہ کے تمام معاہدات پورے کئے جائیں۔ ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور انہیں طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

انتقال سے تھوڑا عرصہ پہلے اپنے بیٹے عبداللہ رضؓ سے ارشاد فرمایا میرے کفن میں بے جا صرف نہ کرنا۔ اگر میں اللہ کے ہاں بہتر ہوں تو مجھے از خود بہتر لباس مل جائے گا۔ اگر بہتر نہیں ہوں تو بہتر کفن بے فائدہ ہے۔

پھر فرمایا: میرے لئے لمبی چوڑی قبر نہ کھدوائی جائے اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مستحق رحمت ہوں تو از خود میری قبر حد نگاہ تک وسیع ہو جائے گی۔ اگر مستحق رحمت نہیں ہوں تو قبر کی وسعت میرے عذاب کی تنگی کو دور نہیں کر سکتی۔ پھر فرمایا: میرے جنازہ کے ساتھ کوئی عورت نہ چلے۔ مجھے مصنوعی صفات سے یاد نہ کیا جائے۔ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے جلد قبر میں پہنچا دیا جائے۔ اگر میں مستحق رحمت ہوں تو مجھے رحمت ایزدی تک پہنچانے میں جلدی کرنی چاہیئے۔ اگر مستحق عذاب ہوں تو ایک برے آدمی کا بوجھ جس قدر جلد سے جلد کندھوں سے اتار پھینکا جائے اسی قدر بہتر ہو گا۔ ان دردانگیز وصایا کے تھوڑا ہی عرصہ بعد فرشتۂ اجل سامنے آ گیا۔ اور آپ جاں بحق تسلیم ہو گئے یہ ہفتہ کا دن تھا ۲۴ھ اس وقت عمر ۶۳ برس کی تھی۔ حضرت صہیب رضؓ

ہاشم اگرچہ عبد شمس سے چھوٹا تھا۔ لیکن وہ اپنی لیاقت اور فیاضی سے قوم کا پیشوا بن گیا۔ اس نے قیصر روم اور نجاشی شاہ حبش سے تجارتی مراعات حاصل کیں اور اس کے بعد خانہ کعبہ کے انتظامات بھی اس کے متعلق ہو گئے۔ یہ سب چیزیں ہاشم کے بھتیجے (عبد شمس کے بیٹے) امیہ کو بہت ناگوار گزریں اور ایک موقع پر اس نے اپنے چچا ہاشم کو لڑائی کا چیلنج دے دیا۔

شرط یہ تھی کہ چچا (ہاشم) اور بھتیجا (امیہ) کے درمیان مناظرہ ہوگا۔ قبیلہ خزاعہ کا ایک کاہن مناظرے کا فیصلہ دے گا اور فریقین اس کو منظور کر لیں گے طے پایا کہ ہارنے والا شخص جیتنے والے کو ۵۰ سیاہ چشم اونٹ دے گا اور دس سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے گا۔

ہاشم اور امیہ میں مناظرہ ہوا جج نے امیہ کی شکست کا اعلان کر دیا۔ امیہ نے پچاس اونٹ دیئے اور شام کی طرف جلا وطن کر دیا گیا بس اسی نقطے سے بنی ہاشم اور بنی امیہ میں عناد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

عہدِ نبوی میں اموی اور ہاشمی

بعثتِ نبوی کے وقت

چار آدمی بنی ہاشم کے ستون تھے۔ ہاشم کے بیٹے عبد المطلب یعنی حضورؐ کے دادا۔ آپ کے چچا ابو طالب۔ حمزہ عباس اور ابولہب۔ اسی عہد میں بنی امیہ کی قیادت تین آدمیوں کے ہاتھ میں تھی۔ ابو سفیان، عفان اور حکم۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۵۷۰ھ میلادی

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ

دیرینہ خاندانی رقابت

اسلامی تاریخ میں نفاق کی ایک لکیر ہے یہ لکیر حضرت عثمانؓ کے خون سے کھینچی گئی۔ اور اسی میں اسلام کا پورا جاہ و جلال دفن ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اصل بنیاد بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی خاندانی رقابت ہے۔ جب تک اس رقابت کی تشریح نہ کی جائے شہادت کے صحیح اسباب روشنی میں نہیں آسکتے۔ اس لئے سب سے پہلے ہم اسی مسئلہ کی وضاحت پیش کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں رسول اللہؐ کے والد ماجد کے پردادا عبد مناف کی شخصیت بہت اہم ہے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔

نوفل مطلب ۔ ہاشم ۔ عبد شمس

بنی ہاشم اور بنی امیہ کی رقابت کے معنی ہیں، ہاشم اور عبد شمس کی اولادوں کی نا اتفاقی۔

شجرہ نسبت سے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے تعلقات کی کڑیاں ملاحظہ ہوں

نقطہ دار خطوط بنی اُمیہ اور بنی ہاشم کے نسلی تصادم کو ظاہر کرتے ہیں۔ اُمیہ ہاشم سے ٹکرایا۔ ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑا علیؓ اور معاویہؓ میں جنگ ہوئی یزید نے

میں دنیا کے سامنے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ آپ چونکہ بنی ہاشم میں سے تھے اس لئے بنی اُمیّہ کے افراد نے خاندانی رقابت کے باعث آپ کی مخالفت کی۔ اور ان کے مدّمقابل بنی ہاشم نے آپ کا ساتھ دیا۔

آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کو پالا تھا۔ آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی کڑی حمایت کی تھی۔ آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ نے آپ پر ایمان لانے میں پیش قدمی کی تھی۔ آپ کے چچا حمزہؓ بھی بہت جلد آپ پر ایمان لے آئے۔ اور قوت بازو ثابت ہوئے آپ کے دوسرے چچا حضرت عباس اگرچہ دیر میں ایمان لائے۔ پھر بھی آپ کے کافی ہمدرد تھے مختصر یہ کہ بنی ہاشم میں صرف ابو لہب دشمن رہا اور باقی سب ہاشمی حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ جناب ابو طالب حضرت علیؓ اور حضرت عقیلؓ وغیرہ ایمان لے آئے یہ لوگ آپ کے چچا تھے یا آپ کے چچاؤں کی اولاد۔

ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اس زمانے میں بنی امیہ کے تین سردار تھے۔ ابو سفیانؓ عفان اور حکم۔ ان کے بعد ان کے بیٹے رئیس خاندان قرار پائے۔ ابو سفیان کے بیٹے امیر معاویہ۔ عفان کے فرزند حضرت عثمانؓ اور حکم کے بیٹے مروان۔ ان سب میں عفان کے بیٹے حضرت عثمانؓ نے پیش قدمی کی اور مسلمان ہو گئے اور باقی سب لوگ عام طور پر پیغمبر اسلام کی مخالفت پر تلے رہے۔ یہاں یاد رکھئے کہ امیر معاویہؓ۔ حضرت عثمانؓ اور مروان یہ تینوں امیّہ کے پوتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے اسباب انہیں تینوں حضرات کے باہمی تعلقات میں مضمر ہیں۔

طے نہ ہوئی۔ تیسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے کہا کہ ہم میں سے تین آدمی ایک ایک شخص کے حق میں دستبردار ہو جائیں تاکہ چھ کی بحث تین میں محدود ہو جائے اس پر حضرت زبیر رضؓ حضرت علی رضؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے حضرت طلحہ رضؓ حضرت عثمان رضؓ کے حق میں اور حضرت سعد وقاص رضؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے حق میں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے کہا۔ میں امیدواری سے دستبردار ہوتا ہوں۔ اب بحث صرف علی رضؓ اور عثمان رضؓ میں رہ گئی۔ چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے ایثار کیا تھا۔ اس لئے ان دونوں نے اپنا آخری فیصلہ ان کے سپرد کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے تمام صحابہ رضؓ کو مسجد میں جمع کر کے مختصر سی تقریر کی اور اپنا فیصلہ حضرت عثمان رضؓ کے حق میں دے دیا اور سب سے پہلے اسی مسجد میں خود بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت علی رضؓ نے بیعت کی اور پھر تمام مخلوق بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی۔ اور بنی اُمیّہ کے ایک معزز فرزند حضرت عثمان رضؓ رسول اللہ صلعم کے جانشین ہو گئے۔ گو اس وقت یہ بات زبانوں پر نہ آئی ہو تاہم دلوں نے یہ ضرور محسوس کیا۔ کہ رسولِ ہاشمی کی مسندِ خلافت پر بنی اُمیّہ کا ایک فرزند متمکن ہو گیا۔ یہ ۴ محرم ۲۴ھ کا واقعہ ہے۔

ناموافق اسباب کا ظہور

حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے پہلے چھ سال بڑے امن سے گذرے۔ لیکن آخری چھ سالوں میں دنیا کا رنگ ہی پلٹ

امام حسین رض کو شہید کیا۔ مروان کی اولاد سے خلافت بنی امیّہ کا سلسلہ جاری ہوا جسے اولادِ عباس نے خلافت عباسیہ قائم کر کے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی مکی زندگی میں بنی ہاشم حضور کے موافق تھے اور بنی امیہ مخالف اسی دوران میں عفان کے بیٹے حضرت عثمان مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان کا بنی امیّہ کے مخالف کیمپ سے تن تنہا ہاشمی کیمپ میں چلے آنا بڑی جرأت و صداقت کی بات تھی اور یہی ایک چیز حضرت عثمان رض کی عظمت و نورانیت کی دلیل بھی ہے اس کے کچھ عرصہ کے بعد بنی اُمیّہ کے دوسرے افراد بھی مسلمان ہو گئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نفسوں کا اس طرح تزکیہ فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی دیرینہ رقابت محو ہو کر رہ گئی۔ اب اموی اور ہاشمی بھائی بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اسلام کی خدمات انجام دے رہے تھے۔

حضرت عثمان رض کا انتخاب خلافت

پیغمبر انسانیت کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر رض خلیفہ ہوئے اور یہ وقت بڑے امن سے گذرا۔ پھر حضرت عمر فاروق رض خلیفہ ہوئے اور آپ کا زمانہ بھی بڑی کامیابی سے گذرا ۲۳ ھ میں حضرت عمر فاروق رض نے انتقال فرمایا اور وصیت کی کہ علی رض، عثمان رض، زبیر رض، طلحہ رض، سعد وقاص رض اور عبد الرحمٰن بن عوف رض یہ چھ آدمی تین دن کے اندر اندر کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ پورے دو دن بحث میں گذر گئے اور کوئی بات

۱۔ بنی اُمیّہ اور بنی ہاشم میں نفاق

ہاشمی لوگ اپنے آپ کو رسول اللہ کا وارث سمجھتے تھے اور خاندانی رقابت کے ماتحت یہ صورت حالات انہیں کچھ زیادہ پسندیدہ معلوم نہ ہوتی تھی کہ بنی اُمیہ کے سردار کا بیٹا رسولِ ہاشمی کے دین و حکومت کا امام ہو۔

۲۔ قریش اور غیر قریش میں نفاق

مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ غیر قریش قبائل نے فتوحات اسلامی میں قریش کے دوش بدوش کام کیا تھا۔ انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ افسری کا تاج صرف قریش ہی پہنے رہیں۔

۳۔ عرب اور غیر عرب میں نفاق

اسلام کی شعاعیں روم، شام اور مصر تک پھیل چکی تھیں۔ یہودی مجوسی، عیسائی ہزارہا کی تعداد میں حلقۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور مساوات اسلامی کے نظریہ کے ماتحت اپنے آپ کو اہل عرب کے مساوی کہتے تھے انہیں عربوں کی ترجیح گوارا نہ تھی۔

مختصر یہ کہ بنی ہاشم کا دل بنی امیہ سے متحد نہ تھا۔ عام عرب قریش کے اقتدار سے جلتے تھے۔ تمام عجمی عربوں کے اقتدار پر حسد کرتے تھے یعنی حکومت کے اعلےٰ درمیانی اور ادنیٰ تینوں طبقوں میں حسب مدارج نفاق و اختلاف اور حسد و رقابت نے اپنی تخم

گیا۔ اس انقلاب کی اصل وجہ صرف ایک تھی اور وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضؓ کی وہ مبارک جماعت جس نے رسول اللہؐ کے چہرہ مبارک کی روشنی میں زندگی اور اتحاد کے سبق سیکھے تھے اس دُنیا سے رخصت ہو رہی تھی اور وہ نئی نسلیں جو اس باخدا جماعت کی وارث ہوئیں تقویٰ اور اتحاد میں ان کی وارث نہ تھیں رسول اللہؐ کے صحابہ رضؓ کی سب سے بڑی فضیلت یہ تھی کہ ان کا جینا اور مرنا محض اللہ کے لئے تھا۔ چونکہ وہ غرض سے خالی تھے اس لئے وہ نفاق و اختلاف سے بھی خالی تھے لیکن جو نئی نسلیں میدان میں آئیں وہ اس درجہ بے نفس اور بے غرض نہ تھیں اور اسی واسطے ان میں اختلاف و انتشار کا رنگ بھی نمایاں تھا اور اقتدار و مفاد کی طلب بھی موجود تھی۔

دلوں پر توحید کا رنگ جس قدر زیادہ ہوگا وہ اسی قدر کھوٹ خیانت، غرض اور نفاق سے پاک ہوں گے اور وہ دل جو غرض اور نفاق سے پاک ہوں گے بے تکلف متحد بھی ہو جائیں گے۔ لیکن جب صحابہ رضؓ کی اولادوں میں توحید کا جذبہ گھٹا تو غرضیں بڑھ گئیں اور جس قدر غرضیں بڑھیں اسی قدر دلوں میں تفاوت پیدا ہو گیا اور اسی تفاوت قلوب کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سالوں میں خلافت نبوی اور امارتِ اسلامی کے قلعے پارہ پارہ ہو گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے زمانہ میں نفاق کی تین تحریکیں پیدا ہوئیں:۔

گورنروں کے خلاف شکایات سناتے تھے اور خیر خواہی اسلام کے پردے میں خلیفۃ المسلمین سے بدگمان کر دیتے تھے۔

انقلابی پروپیگنڈا کی کامیابی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ محمد بن ابو حذیفہؓ اور محمد بن ابوبکر صدیقؓ جیسے آدمی بھی تحریک انقلاب میں شامل ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود مدینہ منورہ کا حال بھی بگڑنے لگا۔ ایک دن حضرت عثمانؓ خطبہ جمعہ پر کھڑے ہوئے آپ حمد و ثنا کر رہے تھے کہ مجمع میں...... ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا عثمانؓ! کتاب اللہ کی پیروی کرو۔ حضرت عثمانؓ نے نہایت نرمی سے فرمایا۔ آپ بیٹھ جایئے مگر اثنائے خطبہ میں یہ دوسری بار کھڑا ہو گیا۔ اور پہلے جملے کا اعادہ کیا۔ حضرت موصوف نے پھر اسے بیٹھ جانے کی ہدایت فرمائی۔ بیٹھا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ مگر پیکر حلم عثمانؓ اب بھی بے طیش تھے آپ نے پھر نرمی اور محبت سے فرمایا۔ آپ بیٹھ جایئے اور خطبہ سنئے۔ چونکہ یہ سب کچھ ایک سازش کے ماتحت تھا اس واسطے دفعتاً اس کے بہت سے ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عین خطبہ ہی میں خلیفہ رسول کو گھیر لیا اور اس پر پتھر برسائے کہ نائب رسول زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر گر پڑے۔ پیکر حلم حضرت عثمانؓ کے صبر و تحمل کی داد دیجئے کہ آپ نے مفسدین سے کوئی باز پرس نہ کی۔ جو کچھ گذر چکا تھا اسے برداشت کر لیا اور سب کو معاف کر دیا۔

ریشہ دوانیاں شروع کر دی تھیں۔

غیر مطمئن عناصر کی تنظیم

سب سے پہلے کوفہ میں انقلابی اثرات ظاہر ہوئے اور اشتر نخعی نے لوگوں میں یہ خیال پھیلایا کہ از روئے اسلام کوئی حق نہیں ہے کہ چند قریش تمام دنیائے اسلام کو اپنا غلام بنائے رکھیں چونکہ عام مسلمانوں نے ممالک فتح کئے ہیں اس لئے وہ سب امارت کے مستحق ہیں۔ غیر عربی عناصر نے اشتر نخعی کی تلقین کو بڑی ہی تیزی سے قبول کیا ایک سازشی پارٹی بنا لی گئی اور سعید بن عاص گورنر کوفہ کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ گورنر نے اپنے بچاؤ کے لئے حضرت عثمان رضؓ کی منظوری لے کر اس انقلابی پارٹی کے دس لیڈروں کو شام کی طرف جلا وطن کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ میں بھی ایک انقلابی پارٹی پیدا ہو گئی۔ کوفہ اور بصرہ میں جو کام اشتر نخعی نے کیا تھا، عبداللہ بن سبا مصر میں اس کا بیڑا اٹھا چکا تھا جب عبداللہ بن سبا کو جو ایک یہودی النسل نو مسلم تھا۔ بصرہ اور کوفہ کی سازشی پارٹیوں کا حال معلوم ہوا تو وہ بیحد خوش ہوا اور اس نے بہت ہی تھوڑی محنت سے ان تمام پارٹیوں کو منظم کر کے اس امر پر آمادہ کر لیا کہ حضرت عثمان رضؓ کو مسند خلافت سے معزول کر کے بنی امیہ کی طاقت کو توڑ دیا جائے۔ اس نے اپنے مبلغ ہر طرف پھیلا دیئے۔ یہ لوگ دینداری اور مولویت کا لباس پہن کر پہلے عام مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرتے تھے۔ پھر انہیں حضرت عثمان رضؓ اور ان کے

ہے۔ اس لئے انہیں بدعت نہیں کہا جا سکتا۔

۵۔ مصری وفد کے حالات ابھی بیان کئے جائیں گے۔

گورنروں کی کانفرنس:۔

جب حضرت عثمان رضؓ کو ان شورشوں کا علم ہوا تو انہوں نے تمام صوبوں کے گورنروں کو جمع کر کے رائے طلب کی۔ گورنروں کی اس کانفرنس میں حضرت موصوف کو حسب ذیل مشورے دیئے گئے۔

عبداللہ بن عامر: کسی ملک پر فوج کشی کر کے لوگوں کو جہاد میں مصروف کر دینا چاہیئے۔ شورش از خود رفتہ ہو جائے گی۔

امیر معاویہ: ہر صوبے کا گورنر اپنے صوبے کو خود سنبھالے۔

عبداللہ بن سعد: روپیہ دے کر شورش پسندوں کی حرص پوری کر دی جائے۔

عمرو بن عاص: آپ عدل کریں ورنہ مسند خالی کر دیں۔

لیکن جب کانفرنس منتشر ہو گئی تو عمرو بن عاص نے معذرت کی اور کہا کہ میں نے مفسدین کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے وہ رائے پیش کی تھی۔ اب میں ان کی خفیہ کارروائیوں سے آپ کو مطلع کرتا رہونگا۔

گورنر کانفرنس کے بعد حضرت عثمان رضؓ نے تمام معاملات پر خود غور کیا اور رفع شورش کے لئے تین اقدام کئے۔

۱۔ گورنر کوفہ سعد بن العاص کو معزول کر کے ابو موسیٰ اشعری رضؓ

شورش پسندوں کے الزامات

مفسدین کی طرف سے حضرت عثمانؓ پر پانچ اہم الزامات لگائے گئے۔

۱۔ آپ نے اکابر صحابہؓ کی بجائے اپنے ناتجربہ کار رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے دے رکھے ہیں۔

۲ آپ اپنے عزیزوں پر بیت المال کا روپیہ بے جا صرف کرتے ہیں۔

۳۔ آپ نے زید بن ثابتؓ کے لکھے ہوئے قرآن کے سوا باقی سب صحیفوں کو جلا دیا ہے۔

۴۔ آپ نے بعض صحابہؓ کی تذلیل کی ہے اور نئی نئی بدعتیں اختیار کر لی ہیں۔

۵۔ مصری وفد کے ساتھ صریح بد عہدی کی ہے

یہ تمام الزامات قطعی طور پر سازشیوں کی شرارت کا نتیجہ تھے۔ یہ اس طرح کہ۔

۱۔ صحابہؓ کی معزولی انتظامی اسباب سے متعلق تھی۔

۲۔ عزیزوں کو آپ نے جو کچھ دیا اپنے ذاتی مال سے دیا تھا۔

۳۔ آپ نے جس صحیفہ کو باقی رکھا وہ خود حضرت صدیق اکبرؓ نے تیار کرایا تھا اور اس سے زیادہ مکمل و مستند صحیفہ اور کون ہو سکتا تھا۔

۴ جن بدعات کا حوالہ دیا گیا ان کا تعلق اجتہادی مسائل سے

فرمائی تو ارشاد فرمایا۔ یہ لوگ اپنا امیر خود تجویز کر لیں میں اس کو عبداللہ بن ابی سرح کی جگہ مقرر کردوں گا۔ لوگوں نے محمد بن ابو بکرؓ کو منتخب کیا تو آپ نے ان کی تقرری اور عبداللہ بن ابی سرح کی علیحدگی کا فرمان لکھ دیا۔ یہ فرمان لے کر محمد بن ابو بکرؓ بہت سے مہاجرین و انصار کے ساتھ تشریف لے گئے اور معاملہ ختم ہو گیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد مدینہ میں ناگہاں شور اٹھا کہ مفسدین کی جماعتیں پھر مدینہ میں آگھسی ہیں اور یورش پیدا کر رہی ہیں۔ شور سن کر تمام مسلمان اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے دیکھا کہ مدینہ کے تمام گلی کوچوں میں انتقام انتقام کا شور برپا ہے۔ جب مفسدین سے ان کی حیرت انگیز واپسی کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ پر ایسا عجیب الزام لگایا کہ تمام لوگ دم بخود رہ گئے انہوں نے کہا کہ محمد بن ابو بکر تیسری منزل میں تھے کہ وہاں سے خلافت کا ایک شتر سوار گزرا جو نہایت تیز رفتاری کے ساتھ مصر کی طرف چلا جا رہا تھا محمد بن ابو بکرؓ کے رفیقوں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ شتر سوار نے کہا کہ میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور حاکم مصر کے پاس جا رہا ہوں۔ لوگوں نے محمد بن ابو بکر کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ ہیں حاکم مصر۔ شتر سوار نے کہا یہ نہیں ہیں اور اپنے راستے پر چل دیا۔ لوگوں نے اسے دوبارہ پکڑ لیا اور جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے خشک مشکیزہ کے اندر سے ایک خط ملا جس میں حضرت عثمانؓ کی مہر کے ساتھ لکھا گیا تھا کہ محمد بن ابو بکر اور ان کے فلاں فلاں ساتھی جس وقت بھی تمہارے پاس پہنچیں انہیں قتل کر دیا جائے اور میر

کو مقرر کر دیا۔
۲۔ تمام صوبوں میں اصلاح حال کے لئے تحقیقاتی وفد روانہ کئے۔
۳۔ اعلان کیا گیا کہ حج کے موقع پر تمام لوگ اپنی شکایات پیش کریں تدارک کیا جائے گا۔

مُفسدین کی مدینہ پر یورش

مُفسدین کو اصلاح منظور نہ تھی اس لئے انہوں نے ٹھیک اس وقت جب کہ حضرت عثمانؓ اصلاح کی کوشش فرما رہے تھے الگ الگ پارٹیاں بنالیں اور اپنے آپ کو حاجی ظاہر کر کے مدینے کی طرف کوچ کر دیا۔ جب یہ لوگ شہر کے قریب پہنچے تو وہاں ایک حملہ آور فوج کی شکل اختیار کر کے طرح اقامت ڈال دی۔ جب حضرت عثمانؓ کو اس مظاہرے کا علم ہوا تو آپ نے حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد وقاصؓ اور حضرت علیؓ کو باری باری ان کے پاس بھیجا اور ترغیب دی کہ تمام مظاہرین اپنے علاقوں میں واپس چلے جائیں تمام جائز مطالبات جلد پورے کر دیئے جائیں گے۔ تمام معاملات پر مسجد میں غور کیا گیا۔ طلحہ بن عبیداللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت سخت الفاظ میں حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف سے پیغام آیا کہ آپ عبداللہ بن ابی سرح کو جس پر صحابہؓ کے قتل کا الزام ہے۔ کیوں مصر کی امارت سے الگ نہیں کر دیتے ؟ جب حضرت علیؓ نے بھی اس خیال کی تائید

مروان حضرت عثمانؓ کے مکان میں موجود تھا۔ لوگوں نے کہا مروان کو ہمارے سپرد کر دیجئے۔ مگر آپ نے انکار فرما دیا۔ اس پر ایک انتشار رونما ہوا۔ اکثر لوگوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت عثمان کبھی جھوٹی قسم نہیں کھاتے۔ مگر بعض کہتے تھے کہ آپ مروان کو ہمارے حوالے کیوں نہیں کرتے تاکہ ہم تحقیق کر لیں۔ اگر مروان کی غلطی ثابت ہوئی تو ہم اسے سزا دیں گے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کو شبہ یہ تھا کہ اگر مروان کو مفسدین کے سپرد کیا گیا تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔ اس لئے آپ نے مروان کی سپردگی سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد مفسدین نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور مطالبہ کیا کہ حضرت عثمانؓ مسند خلافت سے کنارہ کش ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا جب تک مجھ میں سانس باقی ہے میں اس خلعت کو جو خدا نے مجھے پہنایا ہے اپنے ہاتھ سے نہیں اتاروں گا۔ اور رسولؐ اللہ کی وصیت کے مطابق اپنی زندگی کے آخری لمحے تک صبر سے کام لوں گا۔

محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا۔ کوئی شخص کھانا یا پانی اندر نہیں لے جا سکتا تھا۔ بے احترامی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ بڑے بڑے اکابر کی بھی شنوائی نہ تھی۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت اُمّ حبیبہؓ خود کھانا اٹھا کر لے گئیں تو مفسدین نے حرمِ رسول کو بھی بے ادبی سے واپس کر دیا۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا مگر باغیوں نے انہیں داخلہ کی اجازت نہ دی۔ حضرت علیؓ نے اپنا عمامہ اُتار کر حضرت عثمانؓ کے

شکایت کرنے والے کو تاحکمِ ثانی قید رکھا جائے
مفسدین نے کہا، حضرت عثمانؓ نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے اب ہم ضرور ان سے انتقام لیں گے۔ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ اور بہت سے صحابہؓ جمع ہوئے اور مفسدین نے حضرت عثمانؓ کا خط، اُن کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عثمانؓ بھی یہاں تشریف لے آئے اور گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت علیؓ: امیر المومنین یہ آپ کا غلام ہے۔

حضرت عثمانؓ: ہاں

حضرت علیؓ: امیر المومنین یہ اونٹنی آپ کی ہے؟

حضرت عثمانؓ: ہاں میری ہے

حضرت علیؓ: امیر المومنین اس خط پہ مُہر آپ کی ہے؟

حضرت عثمانؓ: ہاں یہ میری مُہر ہے

حضرت علیؓ: کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟

حضرت عثمانؓ: میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر یہ حلف کرتا ہوں کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا اور نہ میں نے کسی کو اس کے لکھنے کا حکم دیا اور نہ مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم ہے۔

حضرت علیؓ: تعجب ہے کہ غلام آپ کا، اونٹنی آپ کی خط پہ مُہر آپ کی اور پھر آپ کو خط کے مُتعلق کچھ معلوم نہیں؟

حضرت عثمانؓ: واللہ! نہ میں نے اس خط کو لکھا نہ کسی سے لکھوایا نہ میں نے غلام کو دیا کہ وہ اسے مصر لے جائے۔

اب خط دیکھا گیا تو معلوم ہُوا کہ مروان کا رسم الخط ہے۔ اس وقت

حضرت عثمانؓ کا خطاب باغیوں سے:۔

حضرت عثمان نے متعدد بار باغیوں کو سمجھانے کی کوشش فرمائی ایک دفعہ آپ محل سرائے کی چھت پر تشریف لے گئے اور باغیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے لوگو! وہ وقت یاد کرو جب مسجد نبوی کی زمین تنگ تھی اور رسول اللہ نے فرمایا کون ہے جو اللہ کے لئے اس زمین کو خرید کر مسجد کے لئے وقف کرے اور جنت میں اس سے بہتر جگہ کا وارث ہو۔ وہ کون تھا کہ جس نے رسول اللہؐ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔

آوازہ آئیں، آپ نے تعمیل کی تھی۔

پھر فرمایا کیا تم آج اسی مسجد سے مجھے نماز پڑھنے سے روکتے ہو؟

پھر فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم وہ وقت یاد کرو جب مدینہ میں بئیر رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا اور تمام مسلمان رزانہ قلت آب سے تکلیفیں اٹھاتے تھے وہ کون تھا کہ جس نے رسول کے حکم سے اس کنوئیں کو خریدا اور عام مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

آوازیں آئیں۔ آپ نے وقف فرمایا تھا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا: آج اسی کنوئیں کے پانی سے تم مجھے روک رہے ہو۔

پھر فرمایا: لشکر عسرت کا سازوسامان کس نے آراستہ کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: آپ نے۔

پاس بھیج دیا تھا کہ آپ کو نزاکتِ حال کا علم ہو جائے اور خود ننگے سر واپس تشریف لے گئے۔

مدینہ کے تمام معاملات کی باگ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ مگر اس ہنگامہ کرب و فساد میں ان اکابر کی آواز بھی بے اثر ہو گئی۔ حرم سرائے عثمانی کے محصورین کی تکالیف جب حد سے زیادہ بڑھ گئیں تو حضرت عثمانؓ خود بالاخانے پر تشریف لے گئے اور فرمایا! کیا تم میں علیؓ موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا اس مجمع میں سعدؓ موجود ہیں؟ جواب دیا گیا وہ بھی نہیں۔ اب آپ رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ہے جو حضرت علیؓ سے جا کر یہ کہہ دے کہ وہ ہم پیاسوں کو پانی پلا دیں ایک دردمند آدمی نے نائب رسول کے یہ دردمندانہ الفاظ سنے تو وہ بے تابانہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا۔ آپ نے پانی کے تین مشکیزے اس وقت بھجوائے مگر یہ پانی بھی اتنی مشکل سے پہنچا کہ بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کے چند غلام زخمی ہو گئے۔ اب مدینہ میں یہ خبر اڑی کہ اگر مروان سپرد نہ کیا گیا تو حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ سُن کر حضرت علیؓ نے امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے فرمایا کہ تم دونوں امیرالمومنین کے دروازے پر ننگی تلواریں لئے کھڑے رہو اور کسی شخص کو اندر داخل نہ ہونے دو۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور کئی دوسرے صحابہ نے بھی اپنے اپنے لڑکوں کو آپ کی حفاظت کے لئے بھیجا۔

اے لوگو! آخر کس جرم میں تم میرے خون کے پیاسے ہو؟
شریعت اسلامی میں کسی شخص کے قتل کی تین ہی صورتیں ہیں
اس نے بدکاری کی ہو تو اسے سنگسار کیا جاتا ہے۔ اس نے قتل
عمد کیا ہو تو وہ قصاص میں مارا جاتا ہے۔ وہ مرتد ہو گیا ہو تو
اسے انکار اسلام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ تم اللہ کے لئے بتاؤ کیا
میں نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کیا تم مجھ پر بدکاری کا الزام لگا سکتے
ہو؟ کیا میں رسول اللہ کے دین سے پھر گیا ہوں؟ سنو، میں
گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد رسول اللہ
اس کے بندے اور رسول ہیں۔ کیا اب اس کے بعد بھی تمہارے
پاس میرے قتل کی وجہ جواز باقی ہے۔
حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ان دردناک الفاظ کا کسی
کے پاس بھی جواب موجود نہ تھا۔ لیکن پھر بھی مفسدین کے دلوں میں خوف
خدا پیدا نہ ہوا۔ مفسدین کی جماعت اپنے ناپاک ارادوں پر اب بھی
قائم تھی۔

نائب رسول کی بردباری:

جب حالات بہت زیادہ نازک ہو گئے تو حضرت مغیرہ بن
شعبہ حضرت عثمان رضی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے
امیر المومنین! میں اس نازک وقت میں تین رائیں عرض کرتا ہوں
آپ کے طرف داروں اور جاں بازوں کی ایک طاقت ور جماعت
یہاں موجود ہے۔ آپ جہاد کا حکم دیجئے۔ اس وقت بے شمار مسلمان
رفاقت حق کے لئے کمربستہ ہیں۔ اگر یہ رائے مقبول نہ ہو تو آپ

پھر فرمایا: ۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ہے جو اللہ کے لئے حق کی تصدیق کرے اور یہ بتائے کہ جب ایک دفعہ رسول اللہؐ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ تو آپ نے اس پہاڑ کو ٹھکرا دیا اور فرمایا اے احد ٹھہر جا کہ اس وقت تیری پیٹھ پہ ایک نبی، ایک صدیق اور دو دو شہید کھڑے ہیں۔ اور میں اس وقت رسول اللہؐ کے ساتھ تھا۔

آوازیں آئیں، سچ فرمایا:

پھر فرمایا: اے لوگو! خدا کیلئے مجھے بتاؤ کہ جب رسول اللہؐ نے مجھے حدیبیہ کے مقام پر اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا تھا؟ تو کیا واقعہ پیش آیا تھا کیا یہ صحیح نہیں کہ رسول اللہؐ نے اپنے ایک ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار دیکر میری طرف سے خود اپنی بیعت کی تھی؟

مجمع میں سے آوازیں آئیں۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔

لیکن افسوس کہ فضل و شرف کے اس اعتراف کے باوجود باغیوں کے پست دماغ سے بدنیتی کا خمار دُور نہ ہوا۔ حج کی تقریب چند ہی روز میں ختم ہوئی چاہتی تھی اور باغیوں کو خطرہ تھا کہ مسلمان حج سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف پلٹیں گے اور اور اس کے ساتھ ہی ان کا سارا منصوبہ ختم ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے آخری طور پہ اعلان کر دیا کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت امیر المومنینؓ نے یہ ندا اپنے کانوں سے سنی اور فرمایا: ۔

(۴) میں نے کبھی نہیں گایا۔
۵۔ میں نے کبھی بدی کی خواہش نہیں کی۔
۶۔ جس وقت سے میں نے رسول اللہ کی بیعت کی ہے میں نے اپنا دہ
دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔
۷۔ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں ہر جمعہ کے دن میں نے ایک
غلام آزاد کیا اور کبھی میرے پاس نہیں تو میں نے اس کی قضا
ادا کی۔
۸ میں نے زمانۂ جاہلیت یا اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا۔
۹۔ میں نے زمانہ جاہلیت یا اسلام میں کبھی چوری نہیں کی۔
۱۰۔ میں نے رسول اللہ کی حیات پاک ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا

حالات پہلے سے بھی زیادہ نازک ہو گئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ
بن زبیرؓ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اے خلیفہ رسول! اس وقت سات
سو جانبازوں کی جمعیت محل سرا کے اندر موجود ہے، ایک بار اجازت
دیجئے کہ ہم باغیوں کی طاقت آزمالیں۔
ارشاد فرمایا:۔ میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ ایک بھی مسلمان
میرے لئے خون نہ بہائے۔ پھر بیس غلاموں کو جو گھر میں موجود
تھے۔ طلب فرمایا وہ حاضر ہو گئے تو فرمایا۔ آج تم اللہ کے لئے
آزاد ہو۔ اس وقت زید بن سعدؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا
اے امیر المومنین! رسول اللہ کے انصار دروازے پر کھڑے
ہیں اور چاہتے ہیں کہ آج پھر اپنا وعدۂ نصرت پورا کر دیں۔

صدر دروازہ کے سامنے کی دیوار توڑ کر محاصرہ سے نکلیے اور مکہ معظمہ تشریف لے جائیے۔ اگر یہ بھی پسند نہ ہو تو پھر شام چلے جائیے وہاں کے لوگ وفادار ہیں، آپ کا ساتھ دیں گے۔ پیکر استقلال حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتا، مجھے یہ منظور نہیں کہ میں رسول اللہؐ کا خلیفہ ہو کر اُمت کا خون بہاؤں۔ میں وہ خلیفہ نہ بنوں گا۔ جو اُمت محمدؐیہ میں خون ریزی کی۔ ابتدا کرے میں مکہ معظمہ بھی نہیں جا سکتا۔ کیونکہ میں نے اپنے آقا محمد رسول اللہؐ سے یہ سُنا ہے کہ قریش میں کوئی آدمی حرم محترم میں فتنہ وفساد کرائے گا اور اس پر آدھی دنیا کا عذاب ہوگا میں رسول اللہؐ کی اس وعید کا کبھی مورد نہیں بن سکتا۔

باقی رہا شام کا ارادہ، تو میرے لیئے یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ میں اپنے دار ہجرت اور رسول اللہؐ کے پڑوس کی نعمت کو پس پشت ڈال دوں۔ اور محمد مصطفےٰؐ کی ہمسائیگی ترک کردوں۔

حالات اور زیادہ نازک ہو گئے تو آپ نے ابو ثور الفہمی سے دردمندانہ ارشاد فرمایا:

مجھے اپنے پروردگار سے بہت بڑی امیدیں ہیں اور میری دس امانتیں اس کی بارگاہ میں محفوظ ہیں۔

(۱) میں اسلام میں چوتھا مسلمان ہوں۔

(۲) رسول اللہؐ نے مجھ سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا۔

(۳) ان کا انتقال ہو گیا تو دوسری صاحبزادی نکاح میں مرحمت فرمائی۔

حضرت عثمانؓ سے فرمایا: عثمانؓ جلدی آؤ ہم یہاں افطاری کے لئے تمہارے منتظر بیٹھے ہیں۔ آنکھ کھلی تو اہلیہ محترمہ سے فرمایا، میری شہادت کا وقت قریب آگیا ہے۔ باغی ابھی مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ انہوں نے دردمندانہ کہا۔ امیرالمومنین! ایسا نہیں ہو سکتا۔ ارشاد فرمایا: میں یہ خواب دیکھ چکا ہوں۔ جب بستر سے اٹھے تو آپ نے وہ پاجامہ طلب فرمایا جس کو آپ نے کبھی نہیں پہنا تھا، اور اسے زیب تن فرمایا۔ پھر بیس غلاموں کو آزاد کر کے کلامِ پاک کو کھولا اور یادِ حق میں مصروف ہو گئے۔

یہ حضرت عثمانؓ کے حرم سرا کے اندرونی حالات تھے ٹھیک اسی وقت محل سرا کے باہر محمد بن ابوبکرؓ نے تیر چلانے شروع کر دیئے ایک تیر حضرت حسنؓ کو جو دروازہ پر کھڑے تھے لگا اور وہ زخمی ہو گئے دوسرا تیر محل کے اندر مروان تک پہنچا۔ ایک تیر سے حضرت علیؓ کے غلام قنبر کا سر زخمی ہو گیا۔ محمد بن ابوبکر کو خوف پیدا ہوا کہ امام حسنؓ کا خون رنگ لائے بغیر نہیں رہے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنے دو ساتھیوں سے کہا کہ اگر بنی ہاشم پہنچ گئے تو وہ حسنؓ کو زخمی دیکھ کر عثمانؓ کو بھول جائیں گے اور ہماری تمام کوششیں ناکام ہو جائیں گی اس لئے چند آدمی اسی وقت محل سرا میں کود پڑیں اور اپنا کام ختم کر دیں۔ محمد بن ابوبکر کے ساتھیوں نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا اور اسی وقت چند باغی دیوار پھاند کر محل سرا میں داخل ہو گئے اس وقت جتنے بھی مسلمان محل سرا میں موجود تھے۔ اتفاق سے وہ سب اوپر کی منزل میں بیٹھے تھے اور حضرت عثمانؓ نیچے کے مکان میں تن تنہا مصروف تلاوت تھے محمد بن ابوبکر نے قابلِ صد افسوس حرکت کا ثبوت دیا آگے بڑھے اور ہاتھ بڑھا

ارشاد فرمایا: اگر لڑائی مقصود ہے تو اجازت نہ دوں گا۔ آج میری سب سے بڑی حمایت یہ ہے کہ کوئی مسلمان میرے لئے تلوار نہ اٹھائے۔

حضرت ابوہریرہؓ تشریف لائے اور نہایت انکسار کے ساتھ جہاد کی اجازت طلب کی۔ وہ جانتے تھے کہ نائب رسول کی زبان سے جہاد کا ایک لفظ لاکھوں مسلمانوں کو ان کے جھنڈے تلے جمع کر دے گا ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہؓ! تمہیں یہ پسند آئے گا کہ تم تمام دنیا کو اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دو۔ حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا اے امیرالمومنین! کوئی مسلمان اس چیز کو بھی پسند کر سکتا ہے؟

ارشاد فرمایا: اگر تم نے ایک شخص کو بھی ناحق قتل کیا تو گویا تم نے سب مخلوق قتل کر دی۔ یہ سورۂ مائدہ کی آیت کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ سنا تو چپ ہو گئے اور واپس تشریف لے گئے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت

حضرت محمدؐ رسول اللہ، حضرت عثمانؓ کے متعلق پیشگوئی فرما چکے تھے۔ عام مسلمان حضرت عثمانؓ کی خاموشی اور باغیوں کی تباہ کاریوں پر خون کے آنسو رو رہے تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ بالکل چپ تھے اور رسولؐ اللہ کی وصیت کی تکمیل کا انتظار فرما رہے تھے۔ ابھی جمعہ کا آفتاب طلوع نہ ہوا تھا کہ آپ نے روزہ کی نیت فرمائی۔ اسی صبح خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ آپ کے ہم رکاب ہیں۔ حضورؐ نے

رکھا تھا؟ حضرت علیؓ نے امام حسنؓ کو ایک طمانچہ مارا، ایک مکّہ امام حسینؓ کی چھاتی پر دیا۔ مگر اب یہ سب کچھ بعد از وقت تھا۔ حضرت عثمانؓ محل سرا کے اندر خون میں ڈوبے پڑے تھے مگر محاصرہ اب بھی جاری تھا۔ دو دن تک نعش مبارک وہیں بے گور و کفن پڑی رہی۔ تیسرے دن چند خوش قسمت مسلمانوں نے اس خونی لباس میت کو کندھا دیا۔ اور صرف سترہ مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی اور کتاب اللہ کے سب سے بڑے خادم اور سنت رسول اللہ کے سب سے بڑے عاشق کو جنت البقیع کے گوشہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا۔

چونکہ حضرت عثمانؓ اس وقت تلاوت فرما رہے تھے اور قرآن مجید سامنے کھلا تھا۔ اس لئے خون ناحق نے جس آیت پاک کو رنگین فرمایا وہ یہ تھی۔ فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ خدا کی ذات تم کو کافی ہے وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت ہوئی۔ حضرت زبیر بن مطعمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علیؓ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ "میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں"۔ سعید بن زیدؓ نے کہا! لوگو! واجب ہے کہ اس بد اعمالی پر کوہِ اُحد پھٹے اور تم پر گرے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا۔ حضرت عثمانؓ جب تک زندہ تھے خدا کی تلوار نیام میں تھی۔ آج اس شہادت کے بعد یہ تلوار نیام سے نکلے گی اور قیامت تک کھلی رہے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر حضرت عثمان کے خون کا بھی مطالبہ نہ کیا جاتا تو لوگوں پر آسمان سے پتھر برسے۔

حضرت سمرہؓ نے کہا، قتل عثمانؓ کا رخنہ قیامت تک بند نہیں

کہ حضرت عثمانؓ کی ریش مبارک پکڑ لی اور اسے زور زور سے کھینچنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے ارشاد فرمایا۔ بھتیجے! اگر آج حضرت صدیق اکبرؓ زندہ ہوتے تو اس منظر کو پسند نہ فرماتے اب محمد بن ابوبکر پشیمان ہوا اور پیچھے ہٹ گیا مگر کنانہ بن بشر نے پیشانی مبارک پر لوہے کی سلاخ سے ایک دردناک ضرب لگائی اور رسول کا یہ بزرگ ترین نائب فرشِ زمین پر گر پڑا اور فرمایا: بسم اللہ توکلت علی اللہ۔ دوسری سودان بن حمران نے ماری جس سے خون کا فوارہ نکلا۔ عمرو بن حمق کو یہ سفاہت ناکافی معلوم ہوئی۔ یہ ذلیل ترین بدوی حضرت عثمانؓ کے سینے پر کھڑا ہو گیا اور جسمِ مبارک و مطہر کو نیزے سے چھیدنے لگا۔ اسی وقت ایک اور بے رحم نے تلوار چلائی اور حضرت نائلہؓ نے ہاتھ سے روکا تو ان کی تین انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ اسی کشمکش کے دوران میں حضرت امیر المومنین بے دم ہو رہے تھے کہ مرغِ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

جلادی اور بہیمیت کا یہ دردناک واقعہ صرف حضرت نائلہؓ کی غم نصیب آنکھوں کے سامنے ہوا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو ذبح ہوتے دیکھا تو آپ کوٹھے پر چڑھ کر چیخنے لگیں:۔

امیر المومنین شہید ہو گئے۔ امیر المومنین کے دوست دوڑتے ہوئے نیچے آئے تو حضرت عثمانؓ فرشِ خاک پر کٹے پڑے تھے؛

جب یہ مصیبت انگیز خبر مدینہ میں پھیلی تو لوگوں کے ہوش اڑ گئے اور مدہوشانہ دوڑتے ہوئے محل سرا کی طرف آئے مگر اب یہاں کیا

دی گئی۔ جب یہ کرتہ مجمع میں کھولا گیا تو حشر برپا ہو گیا اور انتقام انتقام کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی۔ بنی امیہ کے تمام اراکین امیر معاویہؓ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ حضرت علیؓ کی خلافت سے لے کر امام حسینؓ کی شہادت بلکہ امیر معاویہؓ کے بعد امیوں اور عباسیوں کی خلافت کے آخر تک جس قدر بھی واقعات پیش آئے ان میں ہر جگہ حضرت عثمانؓ کے خون کا اثر موجود ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے تاریخ اسلام کا رخ پلٹ گیا۔ جو کچھ جنگ جمل میں ہوا وہ بھی یہی تھا اور جو کچھ کربلا میں پیش آیا وہ بھی یہی تھا اور جو کچھ اس کے بعد اموئیوں اور عباسیوں نے کیا وہ اسی ایک ظلم یا گمراہی کے لازمی اور منطقی نتائج تھے شہادتِ عثمانؓ کے بعد بنی امیہ اور بنی ہاشم کی خاندانی رقابتوں کی آگ دوبارہ بھڑک اٹھی اور اسلام کے قدموں نے جو بجلی کی رفتار سے کائنات عالم کی اصلاح کے لئے اٹھ رہے تھے ایک ایسی ٹھوکر کھائی کہ وہ بگڑے ہوئے حالات پھر درست نہ ہو سکے۔

غیبت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کیلئے اس کے پیچھے ایسی بات کہے جو اسکو ناپسند ہو کسی نے عرض کیا اگر واقعۃً اس کے اندر وہ بات موجود ہو؟ فرمایا تب ہی تو غیبت ہے ورنہ الزام اور بہتان ہے جو غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے

ہوگا اور خلافت اسلامی مدینہ سے اس طرح نکلے گی کہ وہ قیامت تک کبھی مدینہ میں واپس نہیں آئے گی۔

کعب بن مالک رضؓ نے شہادت کی خبر سنی۔ ان کی زبان سے بے اختیارانہ چند دردناک اشعار نکلے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اشعار کا ترجمہ :-

آپ نے اپنے دونوں ہاتھ باندھ لئے اور اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور اپنے دل سے کہا۔ اللہ تعالٰے سب کچھ جانتا ہے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دشمنوں کے ساتھ لڑائی مت کرو۔ آج جو شخص میرے لئے جنگ نہ کرے وہ خدا کی امان میں رہے۔ اے دیکھنے والے! حضرت عثمان رضؓ کی شہادت سے آپس کا میل محبت کس طرح ختم ہوا اور خدا نے اس کی جگہ بغض و عداوت مسلط کر دی۔ حضرت عثمان رضؓ کے بعد بھلائی مسلمانوں سے اس طرح دور نکلے گی۔ جس طرح تیز آندھیاں آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔

اسلام کی تقدیر پلٹ گئی

شہادتِ عثمان کی خبر آناً فاناً تمام ملک میں پھیل گئی اس وقت حذیفہ رضؓ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا کہ بعد کے تمام واقعات صرف اسی ایک جملے کی تفصیل ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: عثمان رضؓ کے قتل سے اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ گیا ہے کہ اب وہ قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ حضرت عثمان رضؓ کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہ رضؓ کی کٹی ہوئی ہوئی انگلیاں امیر معاویہ رضؓ گورنر شام کو جو بنی امیہ کے ممتاز ترین فرد تھے بھیج

مکہ میں بیٹھ کر خارجیوں نے سازش کی۔ تین آدمیوں نے بیڑا اٹھایا کہ پوری تاریخ اسلام بدل دیں گے اور انہوں نے بدل دی۔

عمرو بن بکر تمیمی نے کہا: "میں حاکم مصر عمرو بن العاصؓ کو قتل کر دوں گا۔ کیونکہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے۔"

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا: "میں معاویہ بن ابی سفیانؓ کو قتل کر دوں گا۔ کیونکہ اس نے مصر میں قیصریت قائم کی ہے۔"

ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ علی ابن ابی طالبؓ کے نام سے دل تھراتے تھے بالآخر عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے مہر سکوت توڑی "میں علیؓ کو قتل کر دوں گا۔"

ان ہولناک مہموں کے لئے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی پہلے دو شخص اپنی مہم میں ناکام رہے لیکن عبدالرحمٰن بن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مکّہ سے چل کر عبدالرحمٰن کوفہ پہنچا۔ یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ عبدالرحمٰن ان کے ہاں آتا جاتا تھا۔ ایک دن قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اس کی ملاقات ہو گئی انہی میں ایک خوبصورت عورت قطام بنت شجنہ بن عدی بن عامر بھی تھی۔ عبدالرحمن اس پہ عاشق ہو گیا۔ سنگدل نازنین نے کہا: "میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر میں طلب کروں وہ ادا کرو۔ ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتلایا:۔

"تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور علیؓ کا قتل"۔

عبدالرحمٰن نے کہا: "منظور مگر علیؓ کو کیوں کر قتل کروں"؟

شہادت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ

جنگ جمل کے بعد

جنگ جمل کے بعد اسلامی خلافت کی نزاع دو شخصوں میں محصور ہو گئی تھی۔ امام علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان۔ ان کے درمیان تیسری شخصیت عمرو بن العاص کی تھی اور اپنے سیاسی تدبر کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔

جنگ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ خوارج کا پیدا کر دیا تھا یہ اگرچہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اس نے اپنا سیاسی مذہب یہ قرار دیا تھا۔ اِن الحُکمُ اِلّا للہ یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہیئے در اصل تاریخ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے لہٰذا وہ کوفہ اور دمشق حکومتوں کے مخالف تھے۔

ضرور رنگ جانے والی ہے۔"[1]

کبھی کبھی اپنے ساتھیوں سے خفا ہوتے تو فرماتے "تمہارے سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کون چیز روک رہی ہے؟ خدایا میں ان سے اُکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اُکتا گئے ہیں۔ مجھے ان سے راحت دے اور انہیں مجھ سے راحت دے۔"[2]

ایک دن خطبہ میں فرمایا "قسم اس پروردگار کی جس نے بیج اُگایا اور جان پیدا کی، یہ ضرور اس سے رنگ جانے والی ہے (اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا) بدبخت کیوں انتظار کر رہا ہے۔

لوگوں نے عرض کیا "امیرالمومنین! ہمیں اس کا نام بتاؤ ہم ابھی اس کا فیصلہ کر ڈالیں گے۔"

فرمایا "تم ایسے آدمی کو قتل کرو گے جس نے ابھی مجھے قتل نہیں کیا ہے۔"

عرض کی گئی "تو ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔" فرمایا "نہیں میں تمہیں اسی حال میں چھوڑ جاؤں گا جس حال میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ گئے تھے۔"

لوگوں نے عرض کیا "اس صورت میں آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔" فرمایا۔

کہوں گا خدایا میں ان میں تجھے چھوڑ آیا ہوں تو چاہے تو

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۳ [2] ایضاً ۲۴

خونخوار معشوقہ نے جواب دیا۔ "چپ کر۔ اگر تو کامیاب ہو کر لوٹ آئے گا تو مخلوق کو شر سے نجات دے گا اور اہل و عیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا اگر مارا جائے گا تو جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا۔

عبدالرحمٰن نے مطمئن ہو کر یہ شعر پڑھے۔

ثلاثة آلاف و عبد و قینة
و ضرب علی بالحسام المصمم
فلا مهر اعلیٰ من علی و ان غلا
و لا فتك الا دون فتك ابن ملجم[1]

روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کے قلب میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے "مجھے خدا کی قسم مجھے آنحضرت صلعم نے بتلایا ہے کہ میری موت قتل سے ہو گی۔"

عبدالرحمٰن بن ملجم دو مرتبہ بیعت کے لئے آیا مگر آپ نے لوٹا دیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو فرمایا۔ "سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو کون چیز روک رہی ہے۔ واللہ یہ چیز (اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کر کے

---

[1] طبقات ابن سعد۔ کامل ابن اثیر تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۷

انہوں نے کہا تلوار لگانے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ یہ زمانہ تو جنگ کا نہیں۔" عبدالرحمٰن نے کہا، "میں گاؤں کے اونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ اشعث سمجھ گئے اور اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت علیؓ کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا "آپ ابن ملجم کی جرأت و شجاعت سے واقف ہیں۔" آپ نے جواب دیا، "لیکن اس نے مجھے ابھی تک قتل نہیں کیا ہے۔[1]"

ابن ملجم کا ارادہ اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ خود آپ بھی اُسے دیکھ کر عمرو بن معدی کرب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اريد حياته ويريد قتلي
عذيرك من خليلك من مراد

ابن ملجم برابر برأت کیا کرتا تھا۔ لیکن ایک دن جھنجھلا کر کہنے لگا۔" جو بات ہونے والی ہے ہو کر رہے گی۔"

اس پر بعض لوگوں نے کہا، "آپ اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے۔"

فرمایا، "اپنے قاتل کو کیسے قتل کروں[2]"

صبح شہادت

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں

[1] الکامل [2] ایضاً

ان کی اصلاح کر لے اور چاہے انہیں بگاڑ دے[1]

حادثہ سے پہلے

آپ کی کنیز ام جعفر کی روایت ہے کہ واقعہ قتل سے چند دن پہلے میں آپ کے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ آپ نے سر اٹھایا پھر داڑھی ہاتھ میں لی اور فرمایا حیف تجھ پر تو خون سے رنگی جائے گی۔[2]

آپ کے بعض اصحاب کو بھی اس سازش کا پتہ چل گیا تھا چنانچہ خود بنی مراد میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا "امیر المومنین ہوشیار رہیئے۔ یہاں کچھ لوگ آپ کے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں[3]۔

یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کس قبیلہ میں سازش ہو رہی ہے چنانچہ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے آکر عرض کی "ہوشیار رہیئے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کے قتل کی فکر میں ہیں[4]"۔

یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ کون شخص ارادہ کر رہا ہے؟ اشعث نے ایک دن ابن ملجم کو تلوار لگاتے دیکھا اور اس سے دریافت کیا اور کہا "مجھے اپنی تلوار دکھاؤ" اس نے وہ تلوار دکھائی تو وہ بالکل نئی تھی

---

[1] مسند امام احمد [2] ابن سعد ج ۳ ص ۴ [3] الامامۃ والسیاستہ

[4] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۴

اس کے آواز دینے پر آپ بمشکل یہ شعر پڑھتے مسجد کو چلے۔

اشدد حیازیمک للموت

فان الموت آتیک

موت کے لئے کمر کس لے کیونکہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنے والی ہے۔

ولا تجزع الموت

اذا حل بوادیک[1]

موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے ہاں نازل ہو جائے۔

آپ جونہی آگے بڑھے دو تلواریں چمکتی نظر آئیں اور ایک آواز بلند ہوئی۔ حکومت خدا کی ہے نہ کہ علی تیری! شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی۔ لیکن ابن ملجم کی تلوار آپ کی پیشانی پہ لگی اور دماغ پہ اُتر گئی۔[1]

زخم کھاتے ہی آپ چلائے "فزت برب الکعبۃ" رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا[2]

نیز پکارے، قاتل جانے نہ پائے۔ لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ شبیب تو نکل بھاگا۔ عبدالرحمٰن نے تلوار گھمانا شروع کر دی اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جاتے۔ لیکن مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو اپنے وقت کے پہلوان تھے، دوڑے اور بھاری کپڑا اس پہ ڈال دیا اور زمین پہ دے مارا[3]

---

[1] احیاء العلوم ج ۴

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۵ [2] احیاء ج ۴ [3] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۷

کرتا رہا۔ اس نے کوفہ میں شبیب بن بجرہ نامی ایک اور خارجی کو اپنا شریک کار بنا لیا تھا۔ دونوں تلواریں لے کر چلے اور اس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیر المومنین نکلا کرتے تھے۔[1]

اس رات امیر المومنین کو نیند نہیں آئی۔ حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا۔ فرزند رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ کی امت سے میں نے بڑی تکلیف پائی۔ فرمایا۔ دعا کر کہ خدا تجھے ان سے چھٹکارا دے دے۔[2]

اس پر میں نے دعا کی۔ خدایا مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما۔ اور انہیں مجھ سے بدتر ساتھی دے۔[3]

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں۔ اسی وقت ابن النباح مؤذن بھی حاضر ہوا اور پکارا۔

"لوگو! (نماز) میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ اٹھے۔ ابن النباح آگے تھا میں پیچھے تھا۔ دروازے سے باہر نکل کر آپ نے پکارا۔ "لوگو نماز" روز آپ کا یہی دستور تھا کہ لوگوں کو نماز کے لئے مسجد میں آنے کے لئے جگاتے پھرتے تھے۔[4]

ایک روایت میں ہے کہ مؤذن کے پکارنے پر اٹھے نہیں لیٹے رہے۔ مؤذن دوبارہ آیا۔ مگر آپ سے پھر بھی اٹھا نہ گیا۔ سہ بارہ

---

[1] ابن سعد ج ۳ ص ۲۶ [2] کامل [3] ابن سعد ج ۳ ص ۲۶ [4] ایضاً ص ۲۷

ہوں گا یا معاف کر دوں گا۔ اگر مر جاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا[1]۔"

"اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی شروع کر دو اور کہو کہ امیرالمومنین قتل ہو گئے۔ خبردار میرے قاتل کے سوا دوسرا قتل نہ کیا جائے اے حسنؓ اگر میں اس کی ضرب سے مر جاؤں تو ایسی ہی ضرب سے اسے بھی مارنا۔ اس کے ناک کان کاٹ کر لاش خراب نہ کرنا کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار ناک کان کاٹو اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو[2]۔"

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔" اگر تم قصاص لینے ہی پر اصرار کرو تو چاہیئے کہ اسے اسی ضرب سے مارو جس طرح اس نے مجھے مارا۔ لیکن اگر معاف کر دو تو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے[3]۔"

"دیکھو زیادتی نہ کرنا کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا[4]۔"

وصیّت

پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو جندب

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵ - دار صادر بیروت ۱۹۵۷ء [2] تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۶ [3] کامل [4] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵

قاتل اور مقتول میں گفتگو

امیرالمؤمنین گھر پہنچائے گئے۔ آپ نے قاتل کو طلب کیا جب وہ سامنے آیا تو فرمایا:

"او دشمن خدا کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کئے تھے؟" اس نے کہا "ہاں" فرمایا "پھر تو نے یہ حرکت کیوں کی؟" کہنے لگا "میں نے اسے (تلوار کو) چالیس دن تیز کیا تھا اور خدا سے دعا کی تھی کہ اس سے اپنی بدترین مخلوق قتل کرائے" فرمایا "میں سمجھتا ہوں تو اسی سے قتل کیا جائے گا اور خیال کرتا ہوں تو ہی خدا کی بدترین مخلوق ہے[1]"

آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ نے پکار کر کہا "او دشمن خدا تو نے امیرالمومنین کو قتل کر ڈالا" کہنے لگا "میں نے امیرالمومنین کو قتل نہیں کیا البتہ تمہارے باپ کو قتل کیا ہے" انہوں نے خفا ہو کر کہا واللہ میں امید کرتی ہوں امیرالمومنینؓ کا بال بیکا نہ ہو گا" کہنے لگا "پھر کیوں آنسو بہاتی ہو" پھر بولا "بخدا میں نے مہینہ بھر اسے (تلوار کو) زہر پلایا ہے، اگر اب بھی یہ بیوفائی کرے تو خدا اسے غارت کر دے[2]"

امیرالمؤمنین نے حضرت حسنؓ سے کہا "یہ قیدی ہے، اس کی خاطر تواضع کرو، اچھا کھانا دو۔ نرم بچھونا دو۔ اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعوے دار میں ہوں گا۔ قصاص

---

[1] تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۴ [2] طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۳۷

پھر امام حسنؑ سے فرمایا: "فرزند میں تمہیں وصیت کرتا ہوں خوف خدا کی اپنے اوقات میں نماز قائم کرنے کی میعاد پر زکوٰۃ ادا کرنے کی۔ ٹھیک وضو کرنے کی۔ کیونکہ نماز بغیر طہارت ممکن نہیں اور مانع زکوٰۃ کی نماز قبول نہیں۔ نیز وصیت کرتا ہوں۔ خطائیں معاف کرنے کی دین میں عقل و دانش کی۔ ہر معاملہ میں تحقیق کی۔ قرآن سے مزاولت کی۔ پڑوسی سے حسن سلوک کی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی خواہش سے اجتناب کی"[1]

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کر کے کہا: "خدا سے ڈرتے رہو اس کی اطاعت کرو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے اس کا غم نہ کرو۔ اس کی عبادت پر کمر بستہ رہو۔ چست و چالاک بنو۔ سست نہ بنو۔ ذلت قبول نہ کرو۔ خدایا ہم سب کو ہدایت پر جمع کر دے۔ ہمیں اور انہیں دنیا سے بے رغبت کر دے۔ ہمارے اور ان کے لئے آخرت اوّل سے بہتر کر دے"[2]

وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی: "یہ علی ابن ابی طالبؓ کی وصیت ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز میری عبادت میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے

---

[1] طبری ج ۶ ص ۸۵۔ دار القاموس الحدیث
[2] الامامۃ والسیاسۃ

بن عبداللہ نے حاضر ہو کر کہا خدا نخواستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا تو کیا حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں؟"

آپ نے جواب دیا۔ میں تمہیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو۔[1]

پھر اپنے صاحبزادوں حسنؓ اور حسینؓ کو بلا کر فرمایا "میں تم دونوں کو تقویٰ الہٰی کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا۔ اگرچہ وہ تمہارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اس پر نہ کڑھنا۔ ہمیشہ حق کی حمایت کرنا۔ یتیم پر رحم کھانا۔ بیکس کی مدد کرنا۔ آخرت کے لئے عمل کرنا ظالم کے دشمن بننا مظلوم کے حامی بننا۔ کتاب اللہ پر چلنا۔ خدا کے باب میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔"

پھر آپ نے تیسرے صاحبزادہ محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھا جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کو کی تو نے حفظ کر لی؟

انہوں نے عرض کی "جی ہاں" فرمایا "میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ نیز وصیت کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا۔ ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر ان کی رائے کے کوئی کام نہ کرنا۔"

پھر امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا "میں تمہیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیوں کہ یہ تمہارا بھائی ہے تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔"

---

[1] تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۶

صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے اور فقراء و مساکین! فقراء و مساکین! انہیں اپنی روزی میں شریک کرو اور تمہارے غلام! تمہارے غلام! غلاموں کا خیال رکھنا۔ خدا کے باب میں اگر کسی کی بھی پرواہ نہ کرو گے تو خدا تمہارے دشمنوں سے تمہیں محفوظ کر دے گا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ میٹھی بات کرو۔ ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا ورنہ تمہارے اشرار تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم دعائیں کرو گے مگر قبول نہ ہو گی۔ باہم ملے جلے رہو۔ بے تکلف اور سادگی پسند رہو۔ خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا۔ نیکی اور تقوی پر باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ خدا سے ڈرو۔ کیونکہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! خدا تمہیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کریمؐ کے طریقہ پر قائم رکھے۔ میں تمہیں خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمہارے لئے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں۔

اس کے بعد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں[1]

دفن کے بعد

دفن کے بعد دوسرے دن حضرت امام حسنؑ نے مسجد میں خطبہ دیا:۔

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۸۶ [2] مسندِ حسن

اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ پھر اسے حسن! میں تجھے اور اپنی تمام اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف کرنا اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ کیونکہ میں نے ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا، روزے نماز سے بھی افضل ہیں۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو۔ ان سے بھلائی کرو۔ خدا تم پر حساب آسان کر دے گا اور ہاں یتیم! یتیم! یتیموں کا خیال رکھو۔ ان کے منہ میں خاک مت ڈالو وہ تمہاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں اور دیکھو تمہارے پڑوسی! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ کیونکہ یہ تمہارے نبیؐ کی وصیت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سمجھے شاید انہیں ورثہ میں شریک کر دیں گے اور دیکھو قرآن قرآن! ایسا نہ ہو، قرآن پر عمل کرنے سے کوئی تم پر بازی لے جائے اور نماز! نماز! کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے اور تمہارے رب کا گھر! اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا اور جہاد فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ! اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتے رہو۔ زکوٰۃ زکوٰۃ! زکوٰۃ پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کر دیتی ہے اور ہاں تمہارے نبی کے ذمی! تمہارے نبی کے ذمی! (یعنی وہ غیر مسلم جو تمہارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں) ایسا نہ ہو ان پر تمہارے سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمہارے نبی کے صحابی! تمہارے نبی کے صحابی! یاد رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

اُلجھتی اور آپ لڑکھڑا جاتیں۔ بدقت تمام پہنچیں۔ لوگ پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ حجرہ میں داخل ہوئیں تو دروازہ پکڑ کر کھڑی ہو گئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔

" اے نبیؐ ہدایت! تجھ پر سلام! ابوالقاسمؐ تجھ پر سلام۔ رسولؐ اللہ آپ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام! میں آپ کے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپ کو سنانے آئی ہوں۔ میں آپ کے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں۔ بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب منتخب کیا ہوا عزیز قتل ہو گیا جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی واللہ وہ قتل ہو گیا۔

جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اُترا۔ میں رونے والی غم زدہ ہوں۔ میں اس پر آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں۔ اگر قبر کھل جاتی تو تیری زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور افضل ترین وجود قتل ہو گیا[1]"

ایک روایت میں ہے کہ اُم المومنین عائشہؓ نے جب امیر المومنینؓ کی شہادت سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا اب عرب جو چاہیں کریں کوئی انہیں روکنے والا باقی نہیں رہا۔"[2]

آپ کے مشہور صحابی ابوالاسود الدؤلی نے مرثیہ کہا تھا۔ جس کا پہلا شعر کتب ادب و محاضرات میں عام طور پر نقل کیا جاتا ہے۔

الا ابلغ معاویۃ حرب
فلا قرت عیون الشامتینا[3]

---

[1] عقد الفرید ج ۲ [2] استیعاب [3] تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۸۷

"لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہو گیا ہے جس سے نہ اگلے علم میں پیش قدمی کر گئے اور نہ پچھلے اس کی برابری کر پائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جھنڈا دیتے تھے اور اس کے ہاتھ پر فتح ہو جاتی تھی۔ اس نے سونا چاندی کچھ نہیں چھوڑا صرف اپنے روزینے میں سے کاٹ کر سات سو درہم گھر کے لئے جمع کئے تھے (ایک درہم تقریباً چار آنے کا ہوتا تھا)

زید بن حسینؓ سے مروی ہے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر کلثوم بن عمر کے ذریعہ مدینہ پہنچی۔ سنتے ہی تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو روتی نہ ہو۔ بالکل وہی منظر درپیش تھا جو رسول اللہؐ کی وفات کے دن دیکھا گیا تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہؓ نے کہا "چلو ام المومنین عائشہؓ کو دیکھیں کہ رسول اللہ کے عم زاد کی موت سن کر ان کا کیا حال ہے۔"

حضرت زید کہتے ہیں "سب لوگ ہجوم کر کے ام المومنین کے گھر گئے اور اجازت چاہی انہوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر یہاں پہلے پہنچ چکی ہے اور ام المومنین غم سے نڈھال اور آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموشی سے لوٹ آئے۔"

حضرت زید فرماتے ہیں دوسرے دن مشہور ہوا ام المومنین رسولؐ اللہ کی قبر پر جا رہی ہیں۔ مسجد میں جتنے بھی مہاجرین و انصار تھے استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے مگر ام المومنینؓ نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں نہ بولتی تھیں۔ شدتِ گریہ سے زبان بند تھی۔ دل تنگ تھا چادر تک نہ سنبھلتی تھی۔ بار بار پیروں میں

راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے وہ ان کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔ بغیر کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے جس قدر اس حادثہ پر بہے ہیں۔ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گذر چکے اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا امام حسینؓ کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر خون بہا تھا۔ اس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم والم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے۔

بایں ہمہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کر چکا ہے اگر آج ایک جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے تو اکثر صورتوں میں اسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس وقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے وہ زیادہ تر روضہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ گریہ و بکا کی حالت پیدا کر دینی ہے۔ حتیٰ کہ تاریخی حیثیت سے بیان کردہ بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں وہ بھی دراصل تاریخ نہیں ہے۔ روضہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہی نے ایک دوسری صورت اختیار کر لی ہے۔

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ

ضروری تمہید

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں۔ دنیا عموماً تاریخ سے زیادہ افسانہ اور تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈنا چاہتی ہے اسی لئے فلسفہ تاریخ کے بانی اول ابن خلدون کو یہ قاعدہ بنانا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہو گا اتنی ہی افسانہ سرائی اسے اپنے حصارِ تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے وہ کہتا ہے انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بن جائے۔

تاریخ اسلام میں حضرت امام حسین (علیہ و علی آبائہ و اجدادہ) رضی اللہ عنہ کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے، محتاج بیان نہیں۔ خلفائے

کل میں بھی روانہ ہوتا ہوں۔" ابن عباسؓ بے اختیار پکار اٹھے خدا آپ کی حفاظت کرے کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنھوں نے اپنے دشمن کو نکال دیا ہے اور ملک پر قبضہ حاصل کر لیا ہے؟ اگر وہ ایسا کر چکے ہیں تو بڑے شوق سے تشریف لے جایئے۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے حاکم بدستور ان کی گردن دبائے بیٹھا ہے اس کے گماشتے برابر اپنی کارستانیاں کر رہے ہیں تو اُن کا آپ کو بلانا درحقیقت جنگ کی طرف بلانا ہے، میں ڈرتا ہوں وہ آپ کو دھوکا نہ دیں اور جب دشمن کو طاقت ور دیکھیں تو خود آپ سے لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہو جائیں" مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ارادہ پر قائم رہے تھے۔

ابن عباسؓ کا جوش

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آگئی تو ابن عباسؓ پھر دوڑے آئے "اے ابنِ عم!" انہوں نے کہا "میں خاموش رہنا چاہتا تھا مگر خاموش رہا نہیں جاتا۔ میں اس راہ میں آپ کی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں عراق والے دغا باز ہیں۔ ان کے قریب بھی نہ جایئے یہیں قیام کیجئے۔ کیونکہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ اگر عراق آپ کو بلاتے ہیں تو اُن سے کہئے پہلے مخالفین کو اپنے علاقہ سے نکال دو پھر مجھے بلاؤ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جایئے وہاں قلعے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں ملک کشادہ ہے آبادی عموماً آپ کے والد کی

آج اگر جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی کتاب ایسی موجود ہے جو حادثۂ کربلا کی تاریخ ہو تو واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں۔

اہل بیت شروع سے اپنے تئیں خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے۔ امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی وفات کے بعد تخت خلافت خالی ہوا۔ یزید بن معاویہ پہلے سے ولی عہد مقرر ہو چکا تھا اس نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور حسین ابن علیؓ سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا۔ حضرت امیر المومنین علیؓ نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا تھا۔ اس لئے وہاں اہل بیت کرام کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ انہوں نے حضرت حسینؓ کو لکھا کہ آپ تشریف لائیے۔ ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیلؓ کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیج دیا اور خود بھی سفر کی تیاری کرنے لگے۔

دوستوں کا مشورہ

آپ کے دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہوا تو سخت مضطرب ہوئے وہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور زمانہ سازی سے واقف تھے۔ بنی اُمیّہ کی سخت گیر طاقتوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے اِس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے کہا "لوگ یہ سُن کر بڑے پریشان ہیں کہ آپ عراق جا رہے ہیں مجھے اصلی حقیقت سے آگاہ کیجئے۔"

حضرت حسینؓ نے جواب دیا "میں نے عزم کر لیا ہے آج ہی

آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو گئے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اس وقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں[1]۔"

والی کا خط

یہی نہیں بلکہ انہوں نے یزید کے مقرر کئے ہوئے والی عمرو بن سعید بن العاص سے جاکر کہا "حسینؓ ابن علی کو خط لکھو اور ہر طرح مطمئن کر دو۔" عمرو نے کہا۔ آپ خود خط لکھ لائیے۔ میں مہر کر دوں گا۔ چنانچہ عبداللہ نے والی کی جانب سے یہ خط لکھا:۔

"میں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کو اس راستہ سے دور کر دے جس میں ہلاکت ہے اور اس راستہ کی طرف راہنما کر دے جس میں سلامتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ آپ عراق جا رہے ہیں۔

میں آپ کے لئے شقاق و اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔

میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ ان کے ساتھ واپس چلے آیئے۔ میرے پاس آپ کے لئے امن۔ سلامتی۔ نیکی، احسان اور حسن جواز ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے وہ ہی اس کا نگہبان اور کفیل ہے۔" والسلام

---

[1] ایضاً ج ۲ ص ۲۱۹۔ کامل

خیر خواہ ہے وہاں آپ ان لوگوں کی دسترس سے باہر ہوں گے خطوں اور قاصدوں کے ذریعے اپنی دعوت پھیلائیے گا مجھے یقین ہے اس طرح آپ کامیاب ہو جائیں گے۔"

لیکن حضرت حسین ؓ نے جواب دیا: "اے ابن عم! میں جانتا ہوں تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن اب میں عزم کر چکا۔"

ابن عباس ؓ نے کہا: "آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیے۔ مجھے اندیشہ ہے آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح نہ قتل کر ڈالے جائیں جس طرح عثمان بن عفان ؓ اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے۔"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباس ؓ نے جوش میں آکر کہا: "اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ کے بال پکڑ لینے اور لوگوں کے جمع ہونے سے آپ رک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لوں۔[1]"

مگر آپ پھر بھی اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عبداللہ بن جعفر ؓ کا خط: اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو سمجھایا آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر نے خط لکھا۔

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز آجائیے۔ کیونکہ اس راہ میں

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۱۷

میں آپ کا کوئی ایک بھی طرفدار اور مددگار نہیں ہے۔ سب آپ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔"

آپ خاموش کھڑے ہو گئے اور واپسی پر غور کرنے لگے۔ لیکن مُسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہو گئے "واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے۔" انہوں نے کہا "ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے" اس پر آپ نے ساتھیوں کو نظر اٹھا کے دیکھا اور ٹھنڈی سانس لیکر کہا "ان کے بعد زندگی کا کوئی مزہ نہیں۔"[1]

رستہ میں بھیڑ چھنٹ گئی

بدوؤں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ ہو گئی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کوفہ میں خوب آرام کریں گے۔ آپ ان کی خفیفت سے واقف تھے۔ سب کو جمع کر کے خطبہ دیا۔

"اے لوگو! ہمیں نہایت دہشت ناک خبریں پہنچی ہیں۔ مسلم بن عقیلؓ، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر قتل کر ڈالے گئے۔ ہمارے طرفداروں نے بے وفائی کی۔ کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں۔ جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے۔ ہم ہرگز خفا نہ ہوں گے۔"

بھیڑ نے یہ سنا تو دائیں بائیں کٹنا شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ کے گرد وہی آدمی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے۔[2]

حُر بن یزید کی آمد

قادسیہ سے جوں ہی آگے بڑھے عبیداللہ بن زیاد

---

[1] و [2] ابن جریر ج ۶ ص ۲۲۵

مگر آپ بدستور اپنے ارادے پر جمے رہے۔[1]

فرزدق سے ملاقات

مکہ سے آپ عراق کو روانہ ہو گئے۔ "صفاح" نام مقام
مشہور محبّ اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔
آپ نے "پوچھا" تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟"
فرزدق نے جواب دیا۔ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر
[تلو]اریں بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں۔" فرمایا: "سچ کہتا ہے۔ مگر
[ا]ب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے
[ہم]ارا پروردگار ہر لمحہ کسی نہ کسی حکم فرمائی میں ہے۔ اگر اس کی مشیت
[ہم]اری پسند کے مطابق ہو تو اس کی ستائش کریں گے۔ اگر امید کے
[خل]اف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقوی کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے۔"
یہ کہا اور سواری آگے بڑھائی۔[2]

مسلم بن عقیلؓ کے عزیزوں کی ضد

زرود نام مقام میں پہنچ کر
[مع]لوم ہوا کہ آپ کے نائب مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ میں یزید کے گورنر
[ع]بیداللہ بن زیاد نے علانیہ قتل کر دیا اور کسی کے کان پر جوں تک
[نہ] رینگی۔ آپ نے سنا تو بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
[پڑ]ھنا شروع کیا بعض ساتھیوں نے کہا:۔
"اب بھی وقت ہے ہم آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے معاملہ
[می]ں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں لِلّٰہ یہیں سے لوٹ چلئے کوفہ

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۱۹ [2] ایضاً ج ۶ ص ۲۱۸

حضرت حسینؓ نے حُر بن یزید سے کہا۔ کیا تم علیحدہ نماز پڑھوگے؟ اس نے کہا "نہیں، آپ امامت کریں ہم آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔"

وہیں عصر کی نماز پڑھی۔ دوست دشمن سب مقتدی تھے نماز کے بعد آپ نے پھر خطبہ دیا۔

دوسرا خطبہ

اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر ہو اور حق دار کا حق پہچانو تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ ہم اہل بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ ان لوگوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرو۔ ہمارا فرض نہ پہچانو اور تمہاری رائے اب اس کے خلاف ہوگئی ہو، جو تم نے مجھے اپنے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی تیار ہوں۔"

اہل کوفہ کے خطوط

اس پر حُر نے کہا "آپ کن خطوط کا ذکر کرتے ہیں ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔"

آپ نے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں، عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اس پر حُر نے کہا لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے یہ یہ خط لکھے تھے ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑ دیں۔"

والیٔ عراق کے عامل حصین بن نمیر تمیمی کی طرف سے حرّ بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا اور ساتھ ہو لیا۔ اسے حکم ملا تھا کہ حضرت حسینؑ کے ساتھ برابر لگا رہے۔ اور اس وقت تک پیچھا نہ چھوڑے جب تک انہیں عبیداللہ بن زیاد کے سامنے نہ لے جائے۔ اسی اثنا میں نمازِ ظہر کا وقت آگیا۔ آپ تہ بند باندھے چادر اوڑھے، نعل پہنے تشریف لے آئے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حُر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا۔

راہ میں ایک اور خطبہ

"اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمہارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں میرے پاس تمہارے خطوط پہنچے قاصد آئے۔ مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ آئیے تاکہ خدا ہمیں آپ کے ہاتھ پر جمع کردے اگر اب بھی تمہاری یہ حالت ہے تو میں آگیا ہوں۔ اگر مجھ سے عہد و پیمان کرنے کے لئے آئے ہو جن پر میں مطمئن ہو جاؤں تو میں تمہارے شہر چلنے کو تیار ہوں اگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو، تو میں وہیں واپس چلا جاؤں گا، جہاں سے آیا ہوں۔"

دشمنوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد لوگ مؤذن سے کہنے لگے "اقامت پکار دو"

یہ بات آپ نے منظور کر لی اور روانہ ہو گئے [1]

ایک اور خطبہ

راستہ میں کئی اور مقامات پر بھی آپ نے دوستوں اور دشمنوں کو مخاطب کیا مقام بیضہ پر خطبہ دیا۔

"اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے۔ عہدِ الٰہی شکست کرتا ہے۔ سنّتِ نبوی کی مخالفت کرتا ہے خدا کے بندوں پر گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور یہ دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اس کی مخالفت کرے نہ اپنے قول سے سو خدا ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے اور رحمان سے سرکش ہو گئے ہیں۔ فساد ظاہر ہے حدود الٰہی معطل ہیں۔ مالِ غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ میں ان کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ تمہارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لے کر پہنچے تم عہد کر چکے ہو کہ مجھ سے بے وفائی نہ کرو گے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمہارے لیے راہ ہدایت ہے۔ کیونکہ میں حسینؑ ابن علیؑ — ابن فاطمہؑ، رسول اللہ کا نواسہ ہوں، میری جان تمہاری جان کیسا تھ ہے میرے بال بچے تمہارے بال بچوں کے ساتھ ہیں۔ مجھے اپنا نمونہ بناؤ اور مجھ سے گردن نہ موڑو۔ لیکن اگر تم یہ نہ کرو بلکہ اپنا عہد توڑ

[1] تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۲۲۰

حضرت امام حسینؓ نے فرمایا: "لیکن یہ موت سے پہلے ناممکن ہے۔"

پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپ نے خفا ہو کر حُر سے کہا: "تیری ماں تجھے روئے تو کیا چاہتا ہے؟"

حُر نے جواب دیا۔ واللہ اگر آپ کے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پہ لاتا تو میں اسے بتا دیتا۔ لیکن آپ کی ماں کا ذکر میری زبان پہ برائی کے ساتھ نہیں آسکتا۔"

آپ نے فرمایا: "پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

اس نے کہا: "میں آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔"

آپ نے فرمایا: "تو واللہ میں تمہارے ساتھ نہیں چلوں گا۔"

اس نے کہا: "میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حُر نے کہا: "مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے، مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ کو جاتا ہو، نہ مدینہ، میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبیداللہ کو لکھئے شاید خدا میرے لئے مخلصی کی کوئی صورت پیدا کر دے اور آپ کے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں۔"

"تم بولو گے یا میں بولوں؟"

سب نے کہا "تم بولو" زہیر نے تقریر کی:۔

"اے فرزند رسولؐ! خدا آپ کے ساتھ ہو۔ ہم نے آپ کی تقریر سُنی۔ واللہ اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہو اور ہم سدا اس میں رہنے والے ہوں۔ جب بھی آپ کی حمایت و نصرت کے لئے اس کی جدائی گوارا کر لیں گے اور ہمیشہ کی زندگی پر آپ کے ساتھ مر جانے کو ترجیح دیں گے [1]

حُر کی دھمکی کا جواب

حُر بن یزید آپ کے ساتھ برابر چلا آ رہا تھا بار بار کہتا تھا "اے حسین! اپنے معاملہ میں خدا کو یاد کیجئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جنگ کریں گے تو ضرور قتل کر ڈالے جائیںگے"

ایک مرتبہ آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا "تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ کیا تمہاری شقاوت اس حد تک پہنچ جائے گی کہ مجھے قتل کرو گے؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں تجھے؟ لیکن میں وہی کہوں گا جو رسولؐ اللہ کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دھمکی سُن کر کہا۔

سامضی وما بالموت عار علی الفتیٰ

اذا ما نوی حقًا وجاھد مسلما

میں روانہ ہوتا ہوں، مرد کے لئے موت ذلت نہیں ہے جبکہ اس کی نیت نیک ہو اور وہ اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو۔

---

[1] ایضاً ج ۶ ص ۲۲۹

دو اور اپنی گردن سے بیعت کا حلقہ نکال پھینکو تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔

تم میرے باپ بھائی اور عم زاد مسلم سے ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ ہے جو تم پر بھروسہ کرے۔ لیکن یاد رکھو تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے اور اب بھی اپنا ہی نقصان کرو گے۔ تم نے اپنا ہی حصہ کھو دیا۔ اپنی قسمت بگاڑ دی۔ جو بدعہدی کرے گا۔ خود اپنے خلاف بدعہدی کرے گا۔ عجب نہیں خدا عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک اور تقریر

ایک دوسری جگہ یوں تقریر فرمائی۔
معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا۔ منہ پھیر لیا۔ نیکی سے خالی ہو گئی۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے۔ حقیر سی زندگی رہ گئی ہے۔ ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے۔ افسوس دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں رضائے الٰہی کی خواہش کرے۔ لیکن میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود ظلم ہے۔"

زہیر کا جواب

یہ خطبہ سن کر زہیر بن القین البجلی نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا۔

ؔ ابن جریر ج ۶ ص ۲۲۹ اور کامل وغیرہ

ثمت القاء لقاء الدھر

(خدا اسے ہمیشہ سلامت رکھے)

حضرت حسینؑ نے یہ شعر سُنے تو فرمایا "واللہ مجھے یہی امید ہے کہ خدا کو ہمارے ساتھ بھلائی منظور ہے چاہے قتل ہوں یا فتح یاب ہوں۔

حرؓ بن یزید نے ان کو دیکھا تو حضرت سے کہا "یہ لوگ کوفہ کے ہیں آپ کے ساتھی نہیں ہیں۔ میں انہیں روکوں گا۔ واپس کردونگا" آپ نے فرمایا "تم وعدہ کر چکے ہو کہ ابن زیاد کا خط آنے سے پہلے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کروگے۔ یہ اگرچہ میرے ساتھ نہیں آئے۔ لیکن میرے ہی ساتھی ہیں۔ اگر ان سے چھیڑ چھاڑ کروگے تو میں تم سے لڑوں گا" یہ سن کر حرؓ خاموش ہوگیا

کوفہ والوں کی حالت

آنے والوں سے آپ نے پوچھا لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو" انہوں نے جواب دیا۔ شہر کے سرداروں کو رشوتیں دے کر ملا یا گیا ہے۔ عوام کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف نیام سے باہر نکلیں گی [1]

آپ کے قاصد کا قتل

اس سے پہلے آپ قیس بن مسہر کو بطور قاصد کوفہ بھیج چکے تھے عبید اللہ بن زیاد نے انہیں قتل کر ڈالا تھا۔ مگر آپ کو اطلاع نہ

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۳۰ اور کامل وغیرہ

وآسی الرجال الصالحین بنفسہ
وفارق مثبوراً یغش ویرغما[1]

(اور جب کہ وہ اپنی جان دے کر صالحین کا مددگار ہوا اور دغاباز ظالم ہلاک ہونے والے سے جدا ہو رہا ہو۔)

چار کوفیوں کی آمد

عذیب الہجانات نام مقام پر کوفہ سے چار سوار آتے دکھائی دیتے ان کے آگے آگے طرماح بن عدی یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

یا ناقتی لا تذعری من زجری
وشمری قبل طلوع الفجر

(اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ سے ڈر نہیں طلوع فجر سے پہلے ہمت سے چل!)

بخیر رکبان وخیر سفر
حتی تجلی بکریم النحر

(سب سے اچھے مسافروں کو لے چل۔ سب سے اچھے سفر پر چل، یہاں تک کہ شریف النسب آدمی تک پہنچ جا)

الماجد الحر رحیب الصدر
اتی بہ اللہ لخیر امر

(وہ عزت والا ہے، آزاد ہے۔ فراخ سینہ ہے اللہ اسے سب سے اچھے کام کے لئے لایا ہے)

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۲۹ اور کامل وغیرہ

گا آپ کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے گا۔"
آپ نے جواب دیا۔
خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ لیکن ہمارے اور ان کے مابین ایک عہد ہو چکا ہے ہم اس کی موجودگی میں ایک قدم نہیں اٹھا سکتے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہمارا ان کا معاملہ کس حد پہ پہنچ کر ختم ہو گا۔[1]

خواب اب آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ موت کی طرف جا رہے ہیں۔ "قصر بنی مقاتل" نامی مقام سے کوچ کے وقت آپ اونگھ گئے تھے پھر چونک کر با وازِ بلند کہنے لگے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن "، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن"
تین مرتبہ یہی فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے علی اکبرؓ نے عرض کیا۔
اِنَّا لِلّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کیوں ؟
فرمایا "جان پدر ابھی اونگھ گیا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار کہتا چلا آرہا ہے"۔ لوگ چلتے ہیں اور موت ان کے ساتھ چلتی ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ہماری ہی موت کی خبر ہے جو ہمیں سنائی جا رہی ہے۔"
علی اکبرؓ نے کہا "خدا آپ کو روزِ بد نہ دکھائے! کیا ہم حق پر نہیں ہیں" فرمایا بے شک ہم حق پر ہیں" اس پر وہ بے اختیار پکار اٹھے اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کی کوئی پرواہ نہیں"
یہی وہ آپ کے صاحبزادے ہیں جو میدان کربلا میں شہید

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۳۰ اور کامل وغیرہ

دی تھی ان لوگوں سے قاصد کا حال پوچھا۔ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ اور فرمایا۔ منھم من قضیٰ نحبہٗ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا (بعض ان میں سے مر چکے ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ مگر حق پر ثابت قدم ہیں اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے)

خدایا ہمارے لئے اور ان کے لئے جنت کی راہ کھول دے اپنی رحمت اور ثواب کے دار القرار میں ہمیں اور انہیں جمع کر۔

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی نے کہا۔ واللہ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں۔ مگر آپ کے ساتھ کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ اگر صرف یہی لوگ ٹوٹ پڑیں جو آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں تو خاتمہ ہو جائے۔ میں نے اتنا بڑا انبوہ آدمیوں کا کوفہ کے عقب میں دیکھا ہے جتنا کسی ایک مقام پہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب اسی لئے جمع کئے گئے ہیں کہ ایک حسینؑ سے لڑیں میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھیئے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں دشمنوں سے بالکل امن ہو تو میرے ساتھ چلے چلئے میں اپنے پہاڑ "آجا" میں آپ کو اتار دوں گا۔ واللہ! وہاں دس دن بھی نہ گزریں گے کہ قبیلہ طے کے ۲۰ ہزار بہادر تلواریں لئے آپ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ واللہ! جب تک ان کے دم میں دم رہے

آپ نے پوچھا "اس کا نام کیا ہے؟" زہیر نے کہا "عقر" (عقر کے معنی ہیں کاٹنا یا بے ثمر و نتیجہ ہونا) یہ سن کر آپ منغض ہو گئے اور کہا "عقر سے خدا کی پناہ![1]"

کربلا میں ورود آخر آپ ایک اجاڑ سرزمین پر پہنچ کر اتر پڑے۔ پوچھا۔ اس سرزمین کا کیا نام ہے؟ معلوم ہوا "کربلا" آپ نے فرمایا۔ یہ کرب اور بلا ہے۔ یہ مقام دریا سے دور تھا۔ دریا اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔ یہ واقعہ ۲۔ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ کا ہے[1]

عمر بن سعد کی آمد دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لے کر پہنچا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی کسی طرح اس امتحان سے بچ نکلے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ اس نے آتے ہی حضرت حسینؓ کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا آپ کیوں تشریف لائے؟ آپ نے وہی جواب دیا جو حُر بن یزید کو دے چکے تھے: "تمہارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا ہے اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کیلئے تیار ہوں۔"

ابن زیاد کی سختی عمرو بن سعد کو اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۳۲ شرح نہج البلاغہ، امام سید مرتضیٰ وغیر ذلک

ہوئے اور علی الاکبرؒ کے لقب سے مشہور ہیں۔[1]

ابن زیاد کا خط صبح آپ پھر سوار ہوئے اپنے ساتھیوں کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر حُرؒ بن یزید انہیں پھیلنے سے روکتا تھا باہم دیر تک کشمکش جاری رہی۔ آخر کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ یہ ہتھیار بند تھا۔ حضرت حسینؑ کی طرف سے اس نے منہ پھیر لیا۔ مگر حُرؒ کو سلام کیا اور ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

"حسینؑ کو کہیں ٹکنے نہ دو کھلے میدان کے سوا کہیں اُترنے نہ دو۔ قلعہ بند یا شاداب مقام میں پڑاؤ نہ ڈال سکے۔ میرا یہی قاصد تمہارے ساتھ رہے گا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو۔"

حُرؒ نے خط کے مضمون سے حضرت امامؑ کو آگاہ کیا اور کہا "اب میں مجبور ہوں آپ کو بے آب و گیاہ کھلے میدان ہی میں اترنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔"

زہیر القین نے حضرت سے عرض کیا "ان لوگوں سے لڑنا اس فوجِ گراں سے لڑنے کے مقابلہ میں کہیں آسان ہے جو بعد میں آئیگی" مگر آپ نے لڑنے سے انکار کر دیا "میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہیں کرنا چاہتا۔ زہیر نے کہا" تو پھر اس سامنے کے گاؤں میں چل کر اُتر یئے جو فرات کے کنارے ہے اور قلعہ بند ہو جانا چاہیئے۔"

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۳۲، شرح نہج البلاغہ، امام سید مرتضیٰ وغیر ذالک

میں یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت امامؓ نے عمرو سے کہا تھا ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس روانہ ہو جائیں۔ عمرو نے کہا "اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر کھُدوا ڈالا جائے گا"

آپ نے فرمایا "میں بنا دوں گا" عمرو نے کہا "میری تمام جائیداد ضبط کر لی جائے گی" آپ نے فرمایا "میں اپنی حجاز کی جائداد سے اس کا معاوضہ دے دوں گا" مگر عمرو نے منظور نہیں کیا[1]

تین شرطیں اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ نے تین صورتیں پیش کیں۔

۱۔ مجھے وہیں لوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

۲۔ مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کر لینے دو۔

۳۔ مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیج دو جہاں کے لوگوں پر جو گذرتی ہے وہ مجھ پر گذرے گی۔

عمر کا خط بار بار گفتگو کے بعد عمرو بن سعد نے ابن زیاد کو پھر لکھا۔ خدا نے فتنہ ٹھنڈا کر دیا۔ پھوٹ دور کر دی اتفاق پیدا کر دیا۔ اُمت کا معاملہ درست کر دیا۔ حسینؓ مجھ سے وعدہ کر گئے ہیں کہ وہ ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کیلئے تیار ہیں۔ اس میں تمہارے لئے بھی بھلائی ہے اور اُمت کیلئے بھی بھلائی ہے۔

شمر کی مخالفت ابن زیاد نے خط پڑھا تو متاثر ہو گیا۔ عمرو بن سعد کی تعریف کی اور

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۳۵

ٹل جائے گی، چنانچہ عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا، خط پڑھ کر
ابن زیاد نے کہا :۔

الان اذ علقت مخالبنا بہ
یرجو النجاۃ ولات حین مناص

(اب کہ ہمارے پنجہ میں آ پھنسا ہے، چاہتا ہے کہ نجات پائے
مگر اب واپسی اور نکل بھاگنے کا وقت نہیں رہا)
حسینؓ سے کہو پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید بن
معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے حسین
اور ان کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے وہ پانی کا ایک قطرہ
بھی پینے نہ پائے۔ جس طرح عثمانؓ بن عفان پانی سے محروم رہے تھے

پانی پر تصادم

عمرو بن سعد نے مجبوراً پانچ سو سپاہی
گھاٹ کی حفاظت کے لئے بھیج دیئے
اور آپ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند ہو گیا۔ اس پر آپ نے
اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو حکم دیا کہ ۳۰ سوار اور ۲۰ پیادے لیکر
جائیں اور پانی بھر لائیں۔ یہ پہنچے تو محافظ دستے کے افسر عمرو بن الحجاج
نے روکا۔ باہم مقابلہ ہوا۔ لیکن آپ ۲۰ مشکیں پانی کی بھر لائے۔

عمرو بن سعد سے ملاقات

شام کو حضرت حسینؓ نے عمرو بن
سعد کو کہلا بھیجا آج رات مجھ
سے ملاقات کرو، چنانچہ دونوں بیس بیس سوار لے کر اپنے اپنے
پڑاؤ سے نکلے اور درمیانی مقام میں ملے۔ تخلیہ میں بہت رات گئے
تک باتیں ہوتی رہیں۔ راوی کہتا ہے گفتگو بالکل خفیہ تھی۔ لیکن لوگوں

بعد ان کی لاش گھوڑوں سے روندڈالنا۔ کیونکہ وہ باغی ہیں اور جماعت سے نکل گئے ہیں۔ میں نے عہد کر لیا ہے کہ اگر قتل کروں گا تو یہ ضرور کروں گا۔

"اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام و اکرام کے مستحق ہو گے اور اگر نافرمانی کی تو قتل کئے جاؤ گے۔"

شمر بن ذی الجوشن اور حضرت حسینؑ

شمر ذی الجوشن کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کی پھوپھی ام البنین بنت حزام امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں اور انہیں کے بطن سے ان کے چار صاحبزادے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان پیدا ہوئے تھے جو اس معرکہ میں امام حسینؑ کے ساتھ تھے۔ اس طرح شمر، ان چاروں کا اور ان کے واسطے سے حضرت امام کا پھوپھیرا بھائی تھا۔ اس نے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اس کے ان عزیزوں کو امان دے دی جائے۔ اور اس نے منظور کر لیا تھا چنانچہ اس نے میدان میں چاروں صاحبزادوں کو بلا کر کہا "تم میرے دادھیالی ہو۔ تمہارے لئے میں نے امن اور سلامتی کا سامان کر لیا ہے۔"

لیکن انہوں نے جواب دیا "افسوس تم پر، تم ہمیں تو امان دیتے ہو۔ لیکن فرزند رسولؐ اللہ کے لئے امان نہیں ہے۔"

شمر نے ابن سعد کو حاکم کوفہ کا خط پہنچا دیا اور وہ طوعاً و کرہاً جنوب

۱؎ ابن جریر ج ۶ ص ۲۴۳

کہا۔ میں نے منظور کیا۔ مگر شمر ذی الجوشن نے مخالفت کی اور کہا۔ اب حسینؓ قبضہ میں آچکے ہیں۔ اگر بغیر آپ کی اطاعت کے نکل گئے۔ تو عجب نہیں۔ عزت وقوت حاصل کر لیں۔ اور آپ کمزور وعاجز قرار پائیں۔ بہتر یہی ہے کہ اب انہیں قابو سے نکلنے نہ دیا جائے۔ جب تک وہ آپ کی اطاعت نہ کرلیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؓ اور عمر رات رات بھر باہم سرگوشیاں کیا کرتے ہیں۔"

ابن زیاد کا جواب

ابن زیاد نے یہ رائے پسند کر لی اور شمر کو خط دے کر بھیجا

خط کا مضمون یہ تھا کہ اگر حسینؓ معہ اپنے ساتھیوں کے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں تو لڑائی نہ لڑی جائے اور انہیں صحیح سالم میرے پاس بھیج دیا جائے۔ لیکن اگر یہ بات وہ منظور نہ کریں تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں۔ شمر سے کہہ دیا ہے کہ عمرو بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا، جب تو تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ چاہیئے کہ اُسے ہٹا کر خود فوج کی سیادت اپنے ہاتھ میں لے لینا اور حسینؓ کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔"

ابن زیاد کے اس خط میں عمر کو سخت تہدید بھی کی گئی تھی۔ میں نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ حسین کو بچاؤ اور میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو، میرا حکم صاف ہے اگر وہ اپنے آپ کو حوالے کر دیں تو صحیح وسالم میرے پاس بھیج دو۔ لیکن اگر انکار کریں تو بے تامل حملہ کرو۔ خون بہاؤ۔ لاشیں بگاڑو۔ کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ قتل کے

زہیر نے کہا "ہاں یہ سچ ہے میں نے حسین کو کبھی کوئی خط نہیں لکھا نہ کبھی کوئی قاصد بھیجا۔ لیکن سفر نے ہم دونوں کو یک جا کر دیا ہے ہے۔ میں نے انہیں دیکھا تو رسول اللہ یاد آگئے۔ رسول اللہ سے ان کی محبت یاد آگئی۔ میں نے دیکھا یہ کتنے قوی دشمن کے سامنے جا رہے ہیں خدا نے میرے دل میں ان کی محبت ڈال دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں ان کی مدد کروں گا۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے اس حق کی حفاظت کروں جسے تم نے ضائع کر دیا ہے۔"

امام حسین کو جب ابن زیاد کے خط کا مضمون معلوم ہوا تو انہوں نے کہا "اگر ممکن ہو تو آج انہیں ٹال دو تاکہ آج رات اور اپنے رب کی نماز پڑھ لیں۔ اس سے دعا کریں۔ مغفرت مانگیں۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ میں اس کی عبادت کا دلدادہ اور اس کی کتاب پڑھنے والا ہوں۔"

چنانچہ یہی جواب دیا گیا اور فوج واپس آگئی۔[1]

آپ کی حسرت اور احباب کی وفاداری

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپ نے اپنے ساتھی جمع کئے اور خطبہ دیا:۔

"خدا کی حمد و ستائش کرتا ہوں۔ رنج و راحت ہر حالت میں اس کا شکر گزار ہوں۔ الٰہی! تیرا شکر کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۳۳ و یعقوبی

عزل آمادۂ تعمیل ہو گیا۔

فوج کی ابتدائی حرکت

نمازِ عصر کے بعد عمرو بن سعد نے لشکر کو حرکت دی۔ جب قریب پہنچا تو حضرت عباس بیس سواروں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عمرو نے ان سے کہا کہ "ابن زیاد کا جواب آگیا ہے اور اس کا مضمون یہ ہے"

حضرت عباس واپس لوٹے کہ حضرت حسینؓ کو اس کی اطلاع دیں۔ اس اثناء میں فریقین کے بعض پُرجوش آدمیوں میں جو ردوکد ہوئی، اسے راویوں نے محفوظ رکھا ہے۔

دونوں فوجوں میں زبانی ردوکد

حضرت امام کے طرفداروں میں سے حبیب ابن مظاہر نے کہا "خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہونگے جو اس کے حضور اس حالت میں پہنچیں گے کہ اس کے نبی کی اولاد اور اس شہر (کوفہ) کے تہجد گذار عابدوں کے خون سے ان کے ہاتھ رنگین ہوں گے"

ابنِ سعد کی فوج میں سے عزرہ بن قیس نے جواب دیا "شاباش اپنی خوب بڑائی کرو پیٹ بھر کے اپنی پاکی کا اعلان کرو"۔ زہیر بن القین نے کہا "اے عزرہ! خدا ہی نے ان نفسوں کو پاک کردیا ہے اور ہدایت کی راہ دکھائی ہے۔ خدا سے ڈر، اور ان پاک نفسوں کے قتل میں گمراہی کا مددگار نہ بن۔"

عزرہ نے جواب دیا "اے زہیر! تم تو اس خاندان کے حامی نہ تھے۔ کیا آج سے پہلے تک تم عثمانی (حضرت عثمان کے حامی) نہ تھے؟"

کے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے۔"

آپ کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا۔ "ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپ کا حق ادا نہیں کرسکے ہیں واللہ! نہیں ہرگز نہیں! میں اپنا نیزہ دشمنوں کے سینے میں توڑ دوں گا۔ جب تک قبضہ ہاتھ میں رہے گا تلوار چلاتا رہونگا نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے۔"

سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا: "واللہ ہم آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اُڑا دی جائے گی اور ایک مرتبہ نہیں، ۷۰ مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا۔ پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ کی حمایت میں فنا ہو جاؤں گا۔"

زہیر بن القین نے کہا: "بخدا اگر میں ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ خوشا نصیب، اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپ کے اہل بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں[1]۔"

حضرت زینب کی بے چینی اور آپ کا توصیہ صبر

حضرت زین العابدینؓ سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۲۹، کامل، شرح نہج البلاغہ وغیرہ

سے مشرف کیا۔ قرآن کا فہم عطا کیا۔ دین میں سمجھ بخشی اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا اما بعد۔ لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر لوگ بھی موجود ہیں یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد اور غمگسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں۔ اے لوگو! تم سب کو اللہ میری طرف سے جزائے خیر دے۔ میں سمجھتا ہوں کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑو اور تاریکی میں اِدھر اُدھر چلے جاؤ۔ میں خوشی سے تمہیں رخصت کرتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہو گی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں۔ میری جان لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے۔"

یہ سن کر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور بے چین ہوئے حضرت عباس نے کہا "یہ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھلائے۔"

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا "اے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے تم چلے جاؤ میں نے تمہیں اجازت دی۔"

وہ کہنے لگے "لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ، سردار اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔ ہم نے ان کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا۔ نہ نیزہ چلایا نہ تلوار چلائی۔ نہیں واللہ! یہ ہرگز نہیں ہو گا ہم تو آپ پہ جان، مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے جو آپ پر گذرے گی وہی ہم پر گذرے گی۔ آپ

انہوں نے روتے ہوئے کہا: "کیوں کر اس حالت پر صبر کیا جائے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں۔"

آپ نے کہا "مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے۔"

اس پر ان کی بے قراریاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور شدت غم سے بے حال ہو گئیں۔

یہ حالت دیکھ کر آپ نے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی۔ آپ نے کہا: "بہن! خدا سے ڈر، خدا کی تعزیت سے تسلی حاصل کر، موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے۔ آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھ ہمارے لئے ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے۔ یہ نمونہ ہمیں کیا سکھاتا ہے؟ ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہیئے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں[1]۔"

پوری رات عبادت میں گزاری

پوری رات آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے نماز، استغفار اور دعا و تضرع میں گزار دی۔ راوی کہتا ہے۔ دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہتے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

آلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِیْ

---

[1] یعقوبی و ابن جریر ج ۶ ص ۲۴۰

والد شہید ہوئے۔ میں بیٹھا، میری پھوپھی زینبؓ میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا اس خیمے میں ابوذر غفاریؓ کے غلام حویؓ تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے :-

یا دھر اف لک من خلیل

کم لک بالاشراق والاصیل

اے زمانہ تیرا برا ہو تو کیسا بے وفا دوست ہے صبح اور شام تیرے ہاتھوں کتنے

من صاحب او طالب قتیل

والدھر لا یقنع یا لبدیل

مارے جاتے ہیں۔ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا، کسی سے عوض قبول نہیں کرتا

وانما الامر الی الجلیل

وکل حی سالک السبیل

اور سارا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر زندہ موت کی راہ پر چلا رہا ہے۔

تین چار مرتبہ آپ نے یہی شعر دہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مگر میں نے آنسو روک لئے۔ میں سمجھ گیا، مصیبت ٹلنے والی نہیں ہے۔ میری پھوپھی نے یہ شعر سنے وہ بے تابو ہو گئیں۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔"

حضرت امامؓ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا" اے بہن، یہ کیا حال ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آجائیں۔"

شمر کی یاوہ گوئی

فوج سے شمر ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا ہوا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسین! قیامت سے پہلے ہی تم نے آگ قبول کر لی؟"

حضرت نے جواب دیا " اے چرواہے کے لڑکے! تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے۔ مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا۔ مجھے اجازت دیجیے اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے۔"

حضرت نے منع کیا۔ "نہیں میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا۔"[1]

دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ الٰہی! ہر مصیبت میں تجھی پر میرا بھروسہ ہے ہر سختی میں میرا تو ہی پشت پناہ ہے۔ کتنی مصیبتیں پڑیں۔ دل کمزور ہو گیا۔ تدبیر نے جواب دیا۔ دوست نے بے وفائی کی دشمن نے خوشیاں منائیں، مگر میں نے صرف تجھ سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا والی ہے تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھ سے التجا کی جاتی ہے[2]

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آگیا تو آپ نے اونٹنی طلب کی سوار ہوئے، قرآن سامنے رکھا اور دشمن کی صفوں کے سامنے

---

[1] یعقوبی و ابن جریر ج ۶ ص ۲۴۲ [2] شرح نہج البلاغۃ

لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔

(دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل ان کے لئے بھلائی ہے۔ہم صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کا جرم اور زیادہ ہو جائے۔خدا مومنین کو اسی حالت میں چھوڑ رکھنے والا نہیں ہے۔وہ پاک کو ناپاک سے الگ کر دے گا)

دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا"قسم رب کعبہ کی ہم ہی طیب ہیں اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں"

عشرہ کی صبح

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمرو بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا۔حضرت حسینؑ نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں۔ان کے ساتھ صرف ۳۲ سوار اور ۴۰ پیدل کل ۷۲ آدمی تھے۔میمنہ پر زہیر بن القین کو مقرر کیا علم اپنے بھائی عباس بنؓ علی کے ہاتھ میں دے دیا۔خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا۔اور آگ جلا دی تھی تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہؓ میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا ذو الجناحین حضرت جعفرؓ طیارؓ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے ہیں۔ سید اشباب اھل الجنۃ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچ ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتلاؤ، کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیئے؟ اگر تم میری بات پر یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے پوچھو۔ ابو سعید خدریؓ سے پوچھو۔ سہیل بن سعد ساعدیؓ سے پوچھو۔ زید بنؓ ارقم سے پوچھو۔ انس بن مالکؓ سے پوچھو وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں۔ کیا تم اس لئے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟

کوفہ والوں کی یاد

آپ نے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپ نے بڑے

کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:-
"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو اور تم اسے قبول کر سکو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو یہ تمہارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہو گا اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو۔ اور انصاف کرنے سے انکار کر دو تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں تم اور تمہارے ساتھی ایکا کر لو۔ مجھ پر ٹوٹ پڑو۔ مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگارِ عالم پر ہے اور وہ نیکوکاروں کا حامی ہے۔"

آپ کی اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدتِ تاثر سے بے اختیار ہو گئیں اور خیمہ سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپ نے اپنے بھائی عباسؓ اور اپنے فرزند علیؓ کو بھیجا تاکہ انہیں خاموش کرائیں اور کہا "ابھی انہیں بہت رونا باقی ہے" پھر بے اختیار پکار اُٹھے "خدا عباسؓ کی عمر دراز کرے" (یعنی ابن عباس کی) راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپ کی زبان سے نکل گیا۔ کہ مدینہ میں عبد اللہ بن عباس نے عورتوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپ نے اس پر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع فزع دیکھا تو عبد اللہ بن عباس کی بات یاد آگئی۔ پھر آپ نے از سر نو تقریر شروع کی۔

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلائے - اے اہلِ کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے - دیکھو اس وقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں - ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں - جب تک تلواریں نیام سے باہر نہیں نکلتیں تم ہماری نصیحت اور خیر خواہی کے ہر طرح حقدار ہو لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ دو گروہ ہو جائیں گے دیکھو خدا نے ہمارا اور تمہارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے - ہم تمہیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں - یقین کرو - ان حاکموں سے کبھی تمہیں بھلائی حاصل نہ ہوگی - یہ تمہاری آنکھیں پھوڑیں گے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے تمہارے چہرے بگاڑیں گے - تمہیں درختوں کے تنوں میں پھانسی دیں گے اور نیکوکاروں کو چن چن کر قتل کریں گے - بلکہ وہ تو کیا کر بھی چکے ہیں - ابھی حجر بن عدی ہانی بن عمرو وغیرہ کے واقعات اتنے پرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمہیں یاد نہ رہے ہوں گے ۔"

کوفیوں نے یہ تقریر سنی تو زہیر کو برا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے ۔ "بخدا ہم اس وقت نہیں ٹلیں گے جب تک حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں یا انہیں امیر کے روبرو حاضر کرلیں" یہ ان کا جواب تھا۔

بڑے کوفیوں کو نام لے کر پکارنا شروع کیا۔" اے اشعث بن ربعی اے حجاب بن ابجر، اے قیس بن الاشعث اے یزید بن الحارث کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک گئے۔ زمین سرسبز ہو گئی۔ نہریں اُبل پڑیں آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے جلد آیئے۔"

اس پر ان لوگوں کی زبانیں کھلیں اور انہوں نے کہا "ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا۔"

آپ چلا اٹھے" سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے۔ واللہ تم ہی نے لکھا تھا۔" اس کے بعد آپ نے پھر پکار کر کہا" اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے مجھے چھوڑ دو میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں۔"

ذلت منظور نہیں

یہ سن کر قیس ابن الاشعث نے کہا" کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالے کر دیں۔ وہ وہی برتاؤ کریں گے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو ان سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔

آپ نے جواب دیا" تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص کیا تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں؟ نہیں واللہ میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو ان کے حوالے نہیں کروں گا[1]

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۴۳

بعد میں قرّہ کہا کرتا تھا "حُر کے اس سوال ہی سے سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک نہیں ہونا چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے تاکہ اس کی شکایت حاکم سے نہ کروں۔" میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے۔ میں ابھی جاتا ہوں" یہ کہہ کر میں دوسری طرف روانہ ہو گیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حُر نے امام حسینؑ کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا "کیا تم حسینؑ پر حملہ کرنا چاہتے ہو۔" حُر خاموش ہو گیا۔ مہاجر کو شک ہوا کہنے لگا۔

"تمہاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بہادر کون ہے؟ تو تمہارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"سچ کہا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت کا انتخاب کر لیا ہے۔ چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے"

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر لشکرِ حسین میں پہنچ گیا۔

حضرت حسینؑ کی خدمت میں پہنچ کر کہا "ابن رسول اللہ میں ہی وہ بدبخت ہوں جس نے آپ کو لوٹنے سے روکا۔ راستہ بھر آپ کا پیچھا کیا اور اس جگہ اُترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آئی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہ کریں گے۔

زہیر نے جواب دیا "خیر اگر فاطمہ کا بیٹا سمیّہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمہاری حمایت اور نصرت کا مستحق ہے تو کم از کم اولادِ رسولؐ کا اتنا تو پاس کرو کہ اسے قتل نہ کرو۔ اسے اور اس کے عم نامدار یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کر لیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسینؓ کا خون بہاؤ"[1]

حُر بن یزید کی موافقت

عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حُر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے! کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑیں گے؟"

ابن سعد نے جواب دیا "ہاں، واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم از کم یہ ہو گا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ شانوں سے اُڑ جائیں گے"

حُر نے کہا "کیا ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو اس نے پیش کی ہیں"؟

ابن سعد نے کہا "بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کر لیتا مگر کیا کروں تمہارا حاکم منظور نہیں کرتا"

حُر بن یزید یہ سن کر اپنی جگہ لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا اس کا نام قرہ بن قیس تھا۔ حُر نے اس سے کہا "تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا"

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۴۳ و شرح نہج البلاغہ

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اٹھائی اور لشکر حسینؓ کی طرف یہ کہہ کر تیر پھینکا "گواہ رہو سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے" پھر تیر باری شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام یسار سالم میدان میں نکلے اور مبارزت طلب کی۔ قدیم طریق جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہم دگر پیکار کرتے۔ لشکر حسینؓ سے حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر نکلنے لگے مگر حضرت حسینؓ نے انہیں منع کیا۔ عبید اللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہو کر عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے" یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چل کر آیا تھا۔ سیاہ رنگ تنومند، کشادہ سینہ تھا۔ آپ نے اس کی صورت دیکھ کر فرمایا "بیشک یہ مردِ میدان ہے اور اجازت دی۔ عبداللہ نے چند پھیروں میں دونوں زیر کر کے قتل کر ڈالے۔ اس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی تھی۔ پھر یکایک اسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسینؓ یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے فرمایا "اہل بیت کی طرف سے خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں"

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کر دیئے

اس کے بعد ابن سعد

اور آپ کے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کریں گے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب نہ ہوتا بس اپنے قصوروں پر نادم ہو کر توبہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں بس آپ کے قدموں پر قربان ہو جانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا؟"

حضرت نے شفقت سے فرمایا "ہاں خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہے؟" اس نے کہا۔ "حُر بن یزید" فرمایا "تو حُر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے تو دُنیا میں اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے۔"

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حُر دشمن کی صفوں کے سامنے پہنچا اور کہا اے لوگو! حسینؑ کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کر لیتے۔ تاکہ خدا تمہیں اس امتحان سے بچالے؟

لوگوں نے جواب دیا "یہ ہمارے سردار عمرو بن سعد موجود ہیں جواب دیں گے۔"

عمرو نے کہا "میری دلی خواہش تھی کہ ان کی شرطیں منظور کر سکتا۔" اس کے بعد حُر نے نہایت جوش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بد عہدی و غدر پر شرم اور غیرت دلائی، لیکن اس کے جواب میں انہوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔

گھوڑے بیکار ہو گئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر ذوالجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف ۳۲ سوار تھے۔ جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے صفیں الٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کر لیا کہ کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے انہوں نے آتے ہی تیر برسانے شروع کر دیئے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے گھوڑے بیکار ہو گئے اور سواروں کو پیدل ہو جانا پڑا۔

حُر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حُر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اُسے تیروں سے چھلنی کر ڈالا۔ حُر بن یزید زمین پر کود پڑے تلوار ہاتھ میں لئے بالکل شیر ببر معلوم ہوتے تھے تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر زبان پہ تھا۔

ان تعقروا بی فانا ابن الحر
اشجع من ذی لبد هزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کر دیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں۔

خیمے جلا دیئے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی اب دوپہر ہو گئی، مگر کوفی فوج

کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے
رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور نیزے سیدھے کر
کر دیئے۔ نیزوں کے منہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے۔
حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی
قتل اور زخمی کر دیئے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہو گئی۔ طرفین سے
ایک ایک دو دو جوان نکلتے تھے۔ اور تلوار
کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسینؑ کے طرف داروں کا پلہ بھاری
تھا۔ جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج
نے یہ حالت دیکھی تو پکار اُٹھا ٫ بیوقوفو! پہلے جان لو، کن سے لڑ
رہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں تم اس طرح ایک ایک
کر کے قتل ہونے جاؤ گے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے
انہیں مار سکتے ہو۔ عمرو بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ
مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو، چنانچہ میمنہ
آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہو گیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی
رکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون
میں پڑے ہیں۔ حضرت حسینؑ دوڑ کر لاش پر پہنچے ابھی سانس باقی تھی
آہ بھر کر فرمایا۔ مسلم تجھ پر خدا کی رحمت۔ مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى
نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ مسلم
بن عوسجہ اس جنگ میں آپ کی جانب سے پہلے شہید تھے [1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۴۹

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی نے اپنی بے بسی کی حالت محسوس کی اور جناب حسینؑ سے عرض کیا دشمن اب بالکل آپ کے قریب آ گیا ہے۔ واللہ آپ اس وقت تک قتل نہیں ہوتے پائیں گے۔ جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں۔ لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں۔ جس کا وقت قریب آگیا ہے۔"

یہ سُن کر حضرت نے سر اٹھایا اور فرمایا۔ دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں۔" مگر دشمنوں نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگا دی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب ابن مظاہر بھی قتل ہو گئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حُر بن یزید کی باری تھی۔ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس پڑے۔

الیت لا اقتل حتیٰ اقتلا
ولن اصاب الیوم الا مقبلا

(میں نے قسم کھالی ہے کہ قتل نہیں ہوگا جب تک قتل نہ کرلوں اور مروں گا تو اسی حال میں مروں گا کہ آگے بڑھ رہا ہوں گا۔)

اضربھم بالسیف ضربا مقصلا لانا کلا عنھم ولا مھللا"

(انہیں تلوار کی کاری ضربوں سے ماروں گا نہ بھاگوں گا نہ

غلبہ حاصل نہ کر سکی۔ وجہ یہ تھی کہ لشکرِ امام مجتمع تھا اور حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ جمع کر دیئے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کر سکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے حسینی فوج کے صرف چار یا پانچ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے۔ خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی ناکامیاب رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا دینے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی مگر حضرت حسینؓ نے فرمایا۔ کچھ پرواہ نہیں جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کر سکیں گے اور ہوا بھی یہی۔

اُم وہب کا قتل

اسی اثناء میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اس کی فوج کے قدم اکھاڑ دیئے مگر کب تک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہو گیا۔ اب حسینی لشکر کی بے بسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہو چکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جا چکے تھے۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن عمیر کلبی بھی جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے قتل ہو چکا تھا۔ اس کی بیوی ام وہب بھی شہید ہو چکی تھی۔ یہ میدانِ جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کر رہی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی۔ "تجھے جنت مبارک ہو"

شمر نے اسے دیکھا اور قتل کر ڈالا[1]

---

[1] ابن جریر طبری ج ۶ ص ۲۵۱

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہے۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ آپ کے سامنے ایک کر کے قتل ہو جائیں۔ چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر ان کی زبان پر تھے۔

قد علمت حقا بنو غفار

وخندف بعد بنی نزار

(بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے)

لنضربن معشر الفجار

بکل غضب صارم بتار

(کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اڑا دیں گے)

یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار

بالمشرفی والقنا الخطار

(اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو)

جابری لڑکے کی فداکاری

اس کے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے دونوں بھائی تھے، زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے انہیں دیکھا تو فرمانے لگے اے میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو، ابھی چند لمحے بعد تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔"

ڈروں گا)

زہیر کی شہادت

چند لمحوں کی بات تھی۔ حُر زخموں سے چُور ہو کر گرے اور جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد دُشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اس موقع پر آپ کے میسرہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

انا زهیر وانا ابن القین

اذودھم بالسیف عن حسین

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں اپنی تلوار کی نوک سے انہیں حسین سے دُور کروں گا)

صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسینؑ کے شانے پر ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے:

اقدم ھدیت ھادیا مھدیا

فالیوم تلقی جدک النبیا

(بڑھ، خدا نے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کرے گا

وحسنا والمرتضیٰ علیا

وذا الجناحین الفتی الکمیا

اور حسن سے، علی مرتضیٰ سے، اور بہادر جوان جعفر طیارؑ سے)

واسد اللہ الشہید الحیا

(اور شہید زندہ اسد اللہ حمزہ سے)

(قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کر سکے گا)

بڑی شجاعت سے لڑے آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہو گئے۔ ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اٹھتا ہوا سورج! وہ چلا رہی تھی آہ! بھائی آہ! بھتیجے! میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن حضرت حسینؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمے میں پہنچا آئے۔ پھر علی کی نعش اٹھائی اور خیمے کے سامنے لا کر رکھ دی۔[1]

ایک جوان رعنا

ان کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جاں فروش قتل ہوتے رہے۔

یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا وہ کرتہ پہنے، تہ بند باندھے، پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی وہ اس قدر حسین تھا کہ اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بھرتا ہوا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن سعد ازدی نے اس کے سر پر تلوار ماری نوجوان چلایا "ہائے چچا" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسینؓ بھوکے باز کی طرح ٹوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اڑ چکا تھا۔ زخم کھا کر قاتل نے پکارتا

[1] ابن جریر طبری ج ۶ ص ۲۵۶

انہوں نے ٹوٹی ہوئی آواز میں عرض کیا۔ ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم آپ کے کچھ بھی کام نہیں آ سکتے۔"

پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے" السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔"

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

ان کے بعد حنظلہ بن اسعد حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور باآواز بلند مخاطب ہوئے۔" اے قوم! میں ڈرتا ہوں۔ عاد و ثمود کی طرح تمہیں بھی روزِ بد نہ دیکھنا پڑے میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہو جاؤ۔ اے قوم! حسینؑ کو قتل نہ کرو، ایسا نہ ہو، خدا تم پر عذاب نازل کر دے۔" بالآخر یہ بھی شہید ہو گئے۔

علی اکبرؓ کی شہادت

غرضیکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہو گئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپ کے صاحبزادے علی اکبرؓ میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا۔ ان کا رجزیہ تھا۔

انا علی بن حسین بن علی

نحن ورب البیت اولیٰ بالنبی

(میں علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قرب کے زیادہ حق دار ہیں)

تا اللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

کی نظر میں حضرت صالحؑ کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمدؐ خدا کی نظر میں صالحؑ سے زیادہ افضل ہیں۔ الٰہی اگر تو نے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہے[1]

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کر کے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید ہو گئے۔ ان کے نام ذیل میں مؤرخین نے محفوظ رکھے ہیں۔

۱۔ محمد بن ابی سعید بن عقیل (۲) عبداللہ بن مسلم بن عقیل
۳۔ عبداللہ بن عقیل (۴) عبدالرحمٰن بن عقیل (۵) جعفر بن عقیل
۶۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر (۷) عون بن عبداللہ بن جعفر (۸) عباس بن علی (۹) عبداللہ بن علی (۱۰) عثمان بن علی (۱۱) محمد بن علی۔
۱۲۔ ابوبکر بن علی (۱۳) ابوبکر بن الحسن (۱۴) عبداللہ بن الحسن
۱۵۔ قاسم بن الحسن (۱۶) علی بن الحسین (۱۷) عبداللہ بن الحسین۔

ایک بچے کی شہادت

ان سب کے بعد اب خود آپ کی باری تھی آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے دشمن یلغار کر کے آتے تھے مگر وار کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس کا گناہ دوسرے کے سر ڈالے۔ لیکن شمر ذوالجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو

[1] ایضاً و ابن جریر ج ۶ ص ۲۵۷

شروع کیا۔ فوج اسے بچانے کے لئے لوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی بجائے روند ڈالا۔

راوی کہتا ہے جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسینؑ لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور آپ فرماتے ہیں "ان کے لئے ہلاکت جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے۔ قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے: بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے یا جواب دے مگر تجھے اس کی آواز نفع نہ پہنچا سکے۔ افسوس تیرے چچا کے دشمن بہت ہو گئے اور دوست باقی نہ رہے۔" پھر لاش اپنی گود میں اٹھالی۔ لڑکے کا سینہ آپ کے سینہ سے ملا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے اس حال سے آپ اسے لائے اور علی اکبرؓ کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے:

میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب۔

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسین پھر اپنی جگہ کھڑے ہو گئے عین اس وقت آپ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا وہ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسے گود میں رکھا اور اس کے کان میں اذان دینے لگے اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ بچہ کی روح اسی وقت پرواز کر گئی۔ آپ نے تیر اس کے حلق سے کھینچ کر نکالا۔ خون سے چلو بھرا اور اس کے جسم پہ ملنے اور فرمانے لگے: "واللہ تو خدا

مڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے وہ اس وقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندھے تھے واللہ میں نے کبھی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو۔ ایسا شجاع ثابت قدم، مطمئن اور جری نہیں دیکھا حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ جس طرح شیر کو دیکھ کر

بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثناء میں آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما خیمہ سے باہر نکلیں ان کے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے۔ یہ وہ موقعہ تھا۔ جب کہ عمر بن سعد حضرت حسینؓ کے بالکل قریب ہو گیا۔ حضرت زینبؓ نے پکار کر کہا۔ "اے عمر! کیا ابو عبداللہ تمہاری آنکھوں کے سامنے قتل ہو جائیں گے۔" عمر نے منہ پھیر لیا۔ مگر اس کے رخسار اور داڑھی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

لڑائی کے دوران میں | آپ کے حلق میں تیر پیوست ہو گیا

آپ کو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے مگر دشمن کب جانے دیتا تھا۔ اچانک ایک تیر آیا اور آپ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے تیر کھینچ لیا۔ پھر آپ نے ہاتھ منہ کی طرف اٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپ نے خون آسمان کی طرف اچھالا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ الہٰی میرا شکوہ تجھی سے ہے دیکھ تیرے رسولؐ کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے؟

اس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بے خود ہو گیا اور خیمہ کی لکڑی
لے کر دوڑ پڑا۔ راوی کہتا ہے اس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے
تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا چلا گیا۔ حضرت زینب کی
نظر پڑ گئی دوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسینؑ نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے
کہا "روکے رکھو، آنے نہ پائے" مگر لڑکے نے زور کر کے اپنے آپ
کو چھڑا لیا اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت
بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اٹھائی۔ لڑکے نے فوراً ڈانٹ پلائی "او خبیث!
میرے چچا کو قتل کرے گا" سنگدل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے
پر چھوڑ دی اس نے ہاتھ پر روکی، ہاتھ کٹ گیا ذرا سی کھال لگی رہ
گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا:
صبر کر اسے ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے
بزرگوں تک پہنچا دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، علی بن ابی
طالب، حمزہؓ، جعفرؓ اور حسن بن علیؑ تک

حضرت حسینؑ کی شہادت

اب آپ پر ہر طرف سے نرغہ شروع ہوا۔ آپ نے
بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا
اس کے قدم اکھاڑ دیے۔ عبداللہ بن عمار جو خود اس جنگ میں شریک
تھا روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسینؑ پر حملہ کیا اور
ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کر سکتا تھا مگر یہ
خیال کر کے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں
بائیں ہر طرف سے ان پر حملے ہو رہے تھے۔ لیکن وہ جس طرف

پر گر پڑے۔ اس نے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے"، وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا۔ مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے!" پھر جوش سے اترا اور آپ کو ذبح کیا اور سر تن سے جدا کیا۔

جعفر بن محمد بن علیؓ سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپ کے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے۔

قاتل:

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا۔ قتل کے وقت اس کی عجیب حالت تھی جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا تھا وہ اس پر حملہ آور ہوتا تھا وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا ان کا سر کاٹ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالے کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑا گیا خیمے کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا۔

اوقر رکابی من فضۃ وذھبا
انا قتلت الملک المحجبا

(مجھے سونے چاندی سے لاد دو۔ میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے)

قتلت خیر الناس اُمًّا و اَبًا
وخیرھم اذ ینسبون نسبا

(میں نے اس کو قتل کیا ہے جس کے ماں باپ سب سے

نو تیز بر سر بام آ چہ خوش تماشائیست

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اس کے ساتھیوں نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیّت خراب ہے۔ خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں فرمایا "اگر تم میں دین نہیں اور تم روزِ آخرت سے ڈرتے نہیں تو کم از کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو۔ میرے خیمے کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو۔"

شمر نے جواب دیا اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور آپ کا خیمہ محفوظ رہے گا۔

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ کوئی بھی اپنے سر نہ لینا چاہتا تھا۔ آخر شمر ذوالجوشن چلایا: "تمہارا برا ہو! کیا انتظار کرتے ہو کیوں کام تمام نہیں کرتے؟"

اب پھر ہر طرف سے نرغہ ہوا۔ آپ نے پکار کر کہا "کیوں میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہ ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا۔

شہادت

مگر اب وقت آ چکا تھا زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں ہاتھ کو زخمی کر دیا پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑا گئے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا۔ اور آپ زمین

چوں بگذرد نظیری خونیں کفن بہ حشر
خلقے فغاں کنند کہ ایں داد خواہ کیست

اس جنگ میں حضرت حسین کے ۷۲ آدمی مارے گئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے [1]

حضرت زینبؓ نے پامال لاش دیکھی

دوسرے دن عمر بن سعد نے میدان جنگ سے کوچ کیا اہل بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہو گیا۔

قرہ بن قیس (جو شاہد عینی ہے) روایت کرتا ہے کہ ان عورتوں نے جب حضرت حسینؓ اور ان کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کر سکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ میں گھوڑا لے کر اُن کے قریب پہنچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینبؓ بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا یہ بین کسی طرح بھی نہیں بھولتا۔ "اے محمدؐ تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ حسینؑ ریگستان میں پڑا ہے۔ خاک و خون سے آلودہ ہے۔ تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ تیری بیٹیاں قیدی ہیں۔ تیری اولاد مقتول ہے۔ ہوا اُن

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۶۱، کامل یعقوبی

افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے (
عمر بن سعد نے اسے اندر بلا لیا اور بہت خفا ہو کر کہنے لگے۔"

واللہ تو مجنون ہے۔" پھر اپنی لکڑی سے اسے مار کر کہا: "پاگل ایسی بات کہتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا۔"

لوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپ کے بدن کے کپڑے تک اتار لئے پھر آپ کے خیمے کی طرف بڑھے زین العابدین بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہنچا اور کہنے لگا اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں"۔ لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی۔ کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالو گے؟"
اسی اثنا میں عمر بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے جس کسی نے خیمہ کا اسباب لوٹا ہو واپس کر دے"۔
زین العابدین نے یہ سنکر اپنی بیمار آواز سے کہا: "عمر بن سعد خدا تجھے جزائے خیر دے۔ تیری زبان نے ہمیں بچا لیا۔"

نعش روند ڈالی

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حسین کی نعش گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اسکا وقت آیا۔ اس نے پکار کر کہا اس کام کے لئے کون تیار ہے۔ دس آدمی تیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک کو روند ڈالا۔

---

(۱) ابن جریر ج ۶ ص ۲۶۱

تو بوڑھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا۔"

زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے: "اے عرب کے لوگو! آج کے بعد سے تم غلام ہو۔ تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا وہ تمہارے نیک انسان قتل کرتا اور شریروں کو غلام بناتا ہے تم نے ذلت پسند کر لی۔ خدا انہیں مارے جو ذلت پسند کرتے ہیں۔"

بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ ابن زیاد نے چھڑی ماری تھی۔

ابن زیاد اور حضرت زینب

راوی کہتا ہے جب اہل بیت کی خاتونیں اور بچے عبید اللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت زینب نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ ان کی کنیزیں انہیں اپنے بیچ میں لئے تھیں عبید اللہ نے پوچھا "یہ کون بیٹھی ہے؟" انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ مگر وہ خاموش رہیں آخر ان کی ایک کنیز نے کہا "یہ زینب بنت فاطمہ ہیں!" عبید اللہ شماتت کی راہ سے چلا یا۔ اس خدا کی ستائش جس نے تم لوگوں کو رسوا اور ہلاک کیا ہے اور تمہارے نام کو بٹہ لگایا۔"

اس پر حضرت زینب نے جواب دیا "ہزار ستائش اس خدا کیلئے جس نے ہمیں محمدؐ سے عزت بخشی اور ہمیں پاک کیا، نہ کہ جیسا تو کہتا

پر خاک ڈال رہی ہے " راوی کہتا ہے دوست دشمن کوئی نہ تھا جو اُن کے بین سے رونے نہ لگا ہو[1]

۷۲ سر

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے کل ۷۲ سر تھے شمر ذوالجوشن قیس بن الاشعث، عمرو بن الحجاج، عزمرہ بن قیس، یہ تمام عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرت کا سر ابن زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسینؑ کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہے کہ حضرت حسینؓ کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلس حاضرین سے لبریز تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ چھڑی آپ کے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اس نے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقمؓ صحابی چلا اٹھے ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹا لے۔ قسم خدا کی، میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہؐ اپنے ہونٹ مبارک ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے" یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد خفا ہو گیا "خدا تیری آنکھوں کو رلائے۔ واللہ اگر

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۶۲

ابن زیاد اور امام زین العابدینؑ

اس گفتگو سے فارغ ہو کر ابن زیاد کی نظر زین العابدین علیؑ ابن الحسینؑ پر پڑی - یہ بیمار تھے - ابن زیاد نے ان کا نام پوچھا انہوں نے کہا" علی بن الحسین" ابن زیاد نے تعجب سے کہا - کیا اللہ نے علیؑ بن الحسینؓ کو قتل نہیں کر ڈالا ؟"

زین العابدینؑ نے کوئی جواب نہیں دیا -

ابن زیاد نے کہا" بولتا کیوں نہیں ؟"

انہوں نے جواب دیا" میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا - لوگوں نے غلطی سے اسے مار ڈالا"

ابن زیاد نے کہا" لوگوں نے نہیں، خدا نے مارا ہے"

اس پر زین العابدین نے یہ آیت پڑھی -

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَ مَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ)

اس پر ابن زیاد چلایا" خدا تجھے مارے تو بھی انہیں میں ہے"

پھر اس کے بعد ابن زیاد نے چاہا - انہیں بھی قتل کر ڈالے - لیکن زینبؓ بے قرار ہو کر چیخ اٹھیں" میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں - اگر تو مومن ہے اور اس لڑکے کو ضرور ہی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اسی کے ساتھ مار ڈال"

امام زین العابدینؑ نے بلند آواز سے کہا" اے ابن زیاد اگر تو ان

ہے۔ فاسق رسوا ہوتے۔ فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہے۔"
ابن زیاد نے کہا " تو نے دیکھا خدا نے تیرے خاندان سے کیا سلوک کیا "
حضرت زینبؓ بولیں " ان کی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی۔ اس لئے وہ مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور انہیں ایک جگہ جمع کر دے گا اور تم باہم اس کے حضور سوال و جواب کرو گے۔
ابن زیاد غضب ناک ہوا اس کا غصہ دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا " خدا امیر کو سنوارے۔ یہ تو محض ایک عورت ہے۔ عورتوں کی بات کا خیال نہ کرنا چاہیئے "
پھر کچھ دیر بعد ابن زیاد نے کہا " خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا " اس پر حضرت زینبؓ اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں بے اختیار رو پڑیں۔ انہوں نے کہا " واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا میرا خاندان مٹا ڈالا۔ میری شاخیں کاٹ دیں۔ میری جڑ اکھاڑ دی اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو ٹھنڈا ہو جائے۔"
ابن زیاد نے مسکرا کر کہا " یہ شجاعت ہے۔ تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا "
زینبؓ نے کہا " عورت کو شجاعت سے کیا سروکار ؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں یہ تو دل کی آگ ہے۔"

زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے۔ جس وقت زحر بن قیس پہنچا۔ میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اس سے کہا "کیا خبر ہے؟"

"حسینؓ بن علی اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ساٹھ حمائیتوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے انہیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ سب اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں۔ ورنہ لڑائی لڑیں۔ انھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی، چنانچہ ہم نے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ان پر حملہ بول دیا۔ جب تلواریں ان کے سروں پر پڑنے لگیں تو وہ اس طرح ہر طرف بھاگنے لگے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہم نے ان سب کا قلع قمع کر دیا۔ اس وقت ان کے رخسار غبار سے میلے ہو رہے ہیں ان کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں اور گدھوں کی خوراک بن گئے ہیں

یزید روئے

راوی کہتا ہے یزید نے یہ سنا تو اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں کہنے لگا: "بغیر قتل حسینؓ کے بھی میں تمہاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت۔ واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؓ سے ضرور در گذر کر جاتا۔ خدا حسینؓ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے! قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا[1]

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۶۴، کامل۔ تاریخ کبیر ذہبی

عورتوں سے ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہے تو میرے بعد اُن کے ساتھ کسی
متقی آدمی کو بھیجنا۔ جو اسلامی معاشرت کے اصولوں پر اُن سے برتاؤ
کرے "۔ ابن زیاد دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں سے مخاطب
ہو کر کہنے لگا" رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ یہ
سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے۔ اچھا لڑکے کو
چھوڑ دو، یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے[1]

ابن عفیف کا قتل

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا۔ خطبہ
دیتے ہوئے اس خدا کی تعریف کی جس نے حق کو ظاہر کیا حق
والوں کو فتح یاب کیا۔ امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کی جماعت
غالب ہوئی۔ کذاب حسین بن علی اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر
ڈالا ....."

یہ سن کر عبد اللہ بن عفیف ازدی (جو حضرت علیؓ کے مشہور صحابی
ہیں اور جنگ جمل و صفین میں زخمی ہو کر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے
تھے) کھڑے ہو گئے اور چلائے :-
خدا کی قسم اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو تُو ہے نہ کہ
حسین بن علیؓ "۔ ابن زیاد نے یہ سُن کر انہیں قتل کرا ڈالا۔

یزید کے سامنے

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت
حسینؑ کا سر بانس پر نصب کر کے

---

[1] ابن جریر ج ۶ ص ۲۶۳، کامل وغیرہ

ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا۔ میرا حق بھلایا، میری حکومت چھیننا چاہی۔ اس پر خدا نے اس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو۔"

امام زین العابدین ؑ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ	تمہاری کوئی مصیبت بھی
فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ	نہیں جو پہلے سے لکھی نہ گئی
اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ	ہو۔ یہ خدا کے لئے بالکل
اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ	آسان ہے یہ اس لئے کہ
ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ	نقصان پر افسوس نہ کرو
لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا	اور فائدہ پر مغرور نہ ہو
فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا	خدا مغروروں اور فخر کرنیوالوں
بِمَا اٰتَاکُمْ وَاللّٰہُ	کو ناپسند کرتا ہے۔
لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ	
فَخُوْرٍ ۝	

یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا۔ اس نے چاہا، اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تب یزید نے خالد سے کہا۔ کہتا کیوں نہیں مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ۝

پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا انہیں اپنے قریب بلا کر بٹھایا ان کی ہیئت خراب ہو رہی تھی دیکھ کر متاسف ہوا! اور کہنے لگا خدا ابن مرجانہ کا برا کرے اگر تم سے اس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا نہ اس حال سے تمہیں میرے

یزید کا تاثر

یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت حسینؓ اور ان کے اہل بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

یفلقن ھاما من رجال اعزۃ
علینا وھم کانوا اعق واظلما

(تلواریں ایسوں کا سر پھاڑتی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں، حالانکہ دراصل وہ ہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے)

پھر کہا "واللہ! اے حسین! اگر میں وہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا۔"

اہل بیت دمشق میں

حضرت حسینؓ کے سر کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کو بھی دمشق روانہ کردیا۔ شمر ذی الجوشن اور محضر بن ثعلبہ اس قافلے کے سردار تھے۔ امام زین العابدینؒ راستہ بھر خاموش رہے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچ کر محضر بن ثعلبہ چلایا "میں امیرالمومنین کے پاس فاجر کمینوں کو لایا ہوں۔"

یزید یہ سن کر خفا ہوا کہنے لگا "محضر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا۔

یزید اور امام زین العابدینؒ

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہل بیت کو بھی بٹھایا اور امام زین العابدین سے مخاطب ہوا "اے علی! تمہارے

تو نے تیرے باپ نے تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔"
یزید چلایا۔" اے دشمن خدا! تو جھوٹی ہے۔"
زینب بولیں۔" تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہے۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہے۔"
حضرت فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سن کر شاید یزید شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی لڑکا پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اس پر یزید نے اسے غضب ناک آواز میں اسے ڈانٹ پلائی۔ دور ہو کم بخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے۔

یزید کا مشورہ

دیر تک خاموشی رہی پھر یزید شامی رؤسا و امراء کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔" ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو۔" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا۔ مگر نعمان بن بشیر نے کہا۔" ان کے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ انہیں اس حال میں دیکھ کر کرتے۔"
حضرت فاطمہ بنت حسینؑ نے یہ سن کر کہا۔" اے یزید! یہ رسول اللہؐ کی لڑکیاں ہیں۔"

اس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہو گئی وہ اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ ان کے قیام کے لئے علیحدہ انتظام کر دیا جائے۔

پاس بھیجتا۔"

حضرت زینبؓ کی بے باکانہ گفتگو

حضرت فاطمہ بنت علی سے مروی ہے کہ "جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اس نے ہم پر ترس ظاہر کیا ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثناء میں ایک سُرخ رنگ کا شامی لڑکا کھڑا ہوا اور کہنے لگا" امیر المومنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجئے" اور میری طرف اشارہ کیا۔ اس وقت میں کم سن اور خوبصورت تھی۔ میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑ لی۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں زیادہ سمجھ دار تھیں اور جانتی تھیں کہ یہ بات نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے پکار کر کہا "تو کمینہ ہے نہ تجھے اس کا اختیار ہے نہ اسے (یزید کو) اس کا حق ہے۔

اس جرأت پر یزید کو غصہ آ گیا۔ کہنے لگا "تو جھوٹ بکتی ہے واللہ مجھے یہ حق حاصل ہے اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں"

زینبؓ نے کہا "ہرگز نہیں! خدا نے تمہیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہے کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لو"

یزید اور بھی خفا ہوا کہنے لگا "دین سے تیرا باپ اور بھائی نکل چکا ہے۔"

زینب نے بلا تامل جواب دیا "اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے۔ میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے

ہیں۔ اسی طرح ان کے نانا میرے نانا سے افضل تھے تو خدا کی قسم کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسینؓ سے اجتہاد نے غلطی کی، وہ یہ آیت بالکل بھول گئے۔

اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

پھر اہل بیت کی خاتونیں یزید کے محل میں پہنچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انہیں اس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی سعی تلافی

پھر یزید آیا تو فاطمہؓ بنت حسین نے اس سے کہا "اے یزید کیا رسول اللہ کی لڑکیاں کنیزیں ہو گئیں؟" یزید نے جواب دیا۔

"اے میرے بھائی کی بیٹی۔ ایسا کیوں ہونے لگا۔"

فاطمہؓ نے کہا "بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی"۔

یزید نے کہا "تم لوگوں کا جتنا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ میں تمہیں دوں گا۔

چنانچہ جس نے اپنا جتنا نقصان بتایا اس سے دگنا تگنا دے

یزید کی بیوی کا غم

اس اثناء میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہو گئی۔ ہندہ بن عبداللہ یزید کی بیوی نے منہ پر نقاب ڈالی اور باہر آکر یزید سے کہا "امیرالمومنین کیا حسین بن فاطمہ بنت رسولؐ کا سر آیا ہے؟"

یزید نے کہا "ہاں! تم خوب رو رو بین کرو۔ رسول اللہؐ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو۔ ابن زیاد نے بہت جلدی کی قتل کر ڈالا۔ خدا اسے بھی قتل کرے۔"

حسینؓ کی اجتہادی غلطی

اس کے بعد یزید نے حاضرینِ مجلس سے کہا "تم جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہے؟ یہ حسین کے اجتہاد کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے سوچا میرے باپ یزید کے باپ سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہے۔ میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں اسلئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ ان کا یہ سمجھنا کہ ان کے والد میرے والد سے افضل تھے صحیح نہیں۔ علیؓ اور معاویہؓ نے باہم جھگڑا کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا۔ رہا ان کا یہ کہنا کہ ان کی ماں میری ماں سے افضل تھی تو بلاشبہ ٹھیک ہے۔ فاطمہ بنت رسول اللہؐ میری ماں سے کہیں افضل

ابن مرجانہ پر خدا کا غضب ابن مرجانہ پر"!

اہل بیت کو رخصت کرنا

جب اہل بیت کو مدینے بھیجنے لگا تو امام زین العابدینؒ سے ایک مرتبہ اور کہا "ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت واللہ اگر میں حسینؓ کے ساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی کوئی شرط بھی پیش کرتے تو میں اسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں ان کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا، اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہو چکا۔ دیکھو! مجھ سے برابر خط و کتابت کرتے رہنا جو ضرورت بھی پیش آئے مجھے خبر دینا"

بعد میں حضرت سکینہؒ برابر کہا کرتی تھیں "میں نے کبھی کوئی ناشکرا انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا"

اہل بیت کی فیاضی

یزید نے اہل بیت کو اپنے معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کر دیا۔ اس شخص نے رستہ بھر ان مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینب بنت علیؓ اور فاطمہ بنت حسینؓ نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اسے بھیجے اور کہا "یہ تمہاری نیکی کا بدلہ ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں کہ تمہیں دیں"۔

اس شخص نے زیور واپس کر دیئے اور کہلایا۔ واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال سے تھا۔

دیا گیا۔

یزید کا دستور تھا روز صبح و شام کے کھانے میں علی بن حسین رضؓ کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دن حضرت حسن رضؓ کے کم سن بچے عمرو کو بلایا اور ہنسی سے کہنے لگا: "تو اس سے لڑے گا اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حسن نے اپنے بچپنے کے بھولے پن سے جواب دیا یوں نہیں ایک چھری مجھے دو اور ایک چھری اسے دو۔ پھر ہماری لڑائی دیکھو۔"

یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمرو بن حسن کو گود میں اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور کہا ــــ "سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہے۔"

یزید کی زود پشیمانی

یزید نے اہل بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں انکا ذکر کرتا اور بار بار کہتا: "کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا حسینؓ کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ ان کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اس سے میری قوت میں کمی ہی کیوں نہ ہو جاتی۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی۔ خدا کی لعنت ابنِ مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر حسین رضؓ کو جس نے لڑائی پر مجبور کیا۔ حسینؓ نے کہا تھا۔ میرے ساتھ اپنا معاملہ طے کر لیں گے یا مسلمانوں کی سرحد پر جا کر جہاد میں مصروف ہو جائیں گے مگر ابنِ زیاد نے ان کی کوئی بات بھی نہیں مانی اور قتل کر دیا۔ ان کے قتل سے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت

(میں خاندانِ محمدؐ کے گھروں کی طرف سے گزرا مگر وہ کبھی روئے تھے جیسے اس دن جب ان کی حرمت توڑ دی گئی۔

فلا يبعد الله الديار واهلها
وان اصبحت منهم بزعمي تحلت

(خدا ان مکانوں اور مکینوں کو دور نہ کرے اگرچہ وہ اب اپنے مکینوں سے خالی پڑے ہیں)

وان قتيل الطف من آل هاشم
اذل رقاب المسلمين فذلت

(کربلا میں ہاشمی مقتول کے قتل نے مسلمانوں کی گردنیں ذلیل کر ڈالیں)

وكانوا رجاء ثم صاروا رزية
لقد عظمت تلك الرزايا وجلت

(ان مقتولوں سے دنیا کی امیدیں وابستہ تھیں مگر وہ مصیبت بن گئے آہ یہ کتنی بڑی مصیبت اور سخت ہے)

الم تر ان الارض اصبحت مريضة
لفقد حسين والبلاد اقشعرت

(کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین حسینؓ کے فراق میں بیمار ہے اور دنیا کانپ رہی ہے)

وقد اعوات تبكي السماء مفقده
وانجمها ناحت عليه وصلت[1]

(آسمان بھی اس کی جدائی پر روتا ہے۔ ستارے بھی ماتم اور سلام بھیج رہے ہیں)

---

[1] البدایہ ج ۸ ص ۲۱۱

مدینہ میں ماتم

اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جاں گسل خبر پہنچ چکی تھی، بنی ہاشم کی خاتونوں نے سُنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل آئیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں

ماذا تقولون ان قال النبی لکم
ماذا فعلتم و انتم اٰخرالاُمم

(کیا کہو گے جب نبی تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے آخری امت ہو)

بعترتی و باھلی بعد مفتقدنی
منھم اساری و منھم ضُرّجوا بدم

تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد کیا سلوک کیا۔ کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں)

مرثیہ

حضرت حسینؓ کی شہادت پر بہت سے لوگوں نے مرثیے کہے سلیمان بن قیتبہ کا مرثیہ بہت زیادہ مشہور ہوا۔

مررت علی ابیات آلِ محمّد
فلم ارھا کعھدھا یوم حلت

ایک عجیب سوال

جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس نے اپنی فوج خاصہ کے افسر اور سپاہی طلب کئے۔

لیٹے لیٹے ان سے سوال کیا۔ "میں تمہارا کیسا ساتھی تھا؟"

"سبحان اللہ! آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے۔ دل کھول کر دیتے تھے۔ ہمیں خوش رکھتے تھے یہ کرتے تھے وہ کرتے تھے۔"

وہ بڑی سرگرمی سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سن کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں یہ سب کچھ صرف اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت کے منہ سے بچاؤ گے کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کے لئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو، موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے آگے بڑھو اور اسے مجھ سے دور کر دو۔"

سب ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تکنے لگے۔ پریشان تھے کیا جواب دیں؟

اے ابو عبداللہ! دیر کے بعد انہوں نے کہا۔ واللہ ہم آپ کی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپ کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔"

انہوں نے آہ بھری۔ "واللہ یہ حقیقت میں خوب جانتا ہوں۔ انہوں نے حسرت سے کہا۔ "واقعی تم مجھے موت سے ہرگز نہیں بچا سکتے لیکن اے کاش یہ بات پہلے سے سوچ لیتا۔ اے کاش، میں نے تم سے

عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی شجاعت تدبر، فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انہی کے تدبر و قیادت کا نتیجہ تھی خلافت اموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی۔ اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مؤرخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی۔ عمرو بن العاص۔ معاویہ بن ابو سفیان زیاد بن ابیہ اتفاق سے یہ تینوں سر مل کر ایک ہو گئے۔ انہوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اس طرف پھیر دیا جدھر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ رضؓ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی، اس میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص رضؓ کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا ذیل کی سطروں میں اس کی تفصیل ملے گی۔

ہاتھ بڑھایئے میں بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے دست مبارک دراز کیا، مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا "عمرو تجھے کیا ہوا" میں نے عرض کیا "ایک شرط چاہتا ہوں"۔ فرمایا "کونسی شرط؟" میں نے عرض کیا، یہ شرط کہ میری تشفی ہو جائے"۔ اس پہ ارشاد ہوا۔ "اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے، حج بھی مٹا دیتا ہے"۔

(یہ ابن عاصؓ کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

اس وقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسولؐ سے زیادہ مجھے کوئی دوسرا انسان محبوب تھا اور نہ رسولؐ اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی۔ میں سچ کہتا ہوں اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو میرے جنتی ہونے کی پوری امید تھی"۔

پھر ایک زمانہ آیا۔ جس میں ہم نے بہت سے اونچ نیچ کام کیے۔ میں نہیں جانتا اب میرا کیا حال ہوگا؟"

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا

جب میں مروں تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں نہ آگ جائے۔ دفن کے وقت مجھ پہ مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ میری قبر سے فارغ ہو کر اس وقت تک میرے قریب رہنا جب تک جانور ذبح کر کے ان کا گوشت تقسیم نہ ہو جائے۔ کیونکہ تمہاری موجودگی

کوئی ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا۔ ابن ابی طالب حضرت علیؓ، کا بھلا ہو۔ کیا ہی خوب کہہ گیا ہے۔" آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اس کی اپنی موت ہے۔

دیوار کی طرف منہ کر کے رونے لگے

راوی کہتا ہے ہم عمرو بن العاص کی عیادت کو حاضر ہوئے وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہؐ آپ کو یہ بشارتیں نہیں دے چکے ہیں؟" انہوں نے بشارتیں سنائیں۔ لیکن ابن عاصؓ نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے۔

زندگی کے تین دور

میرے پاس سب سے افضل دولت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت ہے۔ مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں۔"

ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہؐ سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پا کر آپؐ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر اس حالت میں میں مرجاتا تو یقیناً جہنمی مرتا۔"

پھر ایک وقت آیا۔ جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا" یا رسول اللہ

سے طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۵۹-۲۶۰

آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہو کر آپ کا بھائی بن گیا۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں حاضر ہوں۔ جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے؟

عمرو بن رضؓ العاص یہ جواب سن کر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے کیسی سخت گھڑی ہے کچھ اوپر اسی برس کا سن اسے عباس! تو مجھ کو پروردگار کی رحمت سے ناامید کرتا ہے، الٰہی! مجھے خوب تکلیف دے یہاں تک کہ تیرا غصہ دور ہو جائے اور تیری رضا مندی لوٹ آئے۔

ابن رضؓ عباس نے کہا "ابو عبداللہ آپ نے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور جو دے رہے ہو، وہ چیز پرانی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

اس پہ وہ آزردہ خاطر ہو گئے ابن عباس رضؓ! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے؟ جو بات کرتا ہوں اسے کاٹ دیتا ہے۔

موت کی کیفیت

عمرو بن العاصؓ زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے مجھے ان لوگوں پہ تعجب ہے جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے۔ لوگوں کو یہ بات یاد تھی جب وہ خود اس منزل پہ پہنچے تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ نے یہ مقولہ یاد دلایا۔ ایک روایت میں ہے کہ خود ان کے بیٹے نے سوال کیا تھا۔ عمرو بن رضؓ العاص نے ٹھنڈی سانس لی "جان من! انہوں نے جواب دیا "موت کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ موت ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اس وقت صرف ایک اشارہ کر سکتا ہوں، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان زمین پہ ٹوٹ پڑا ہے اور میں دونوں کے درمیان پڑا گیا ہوں لے۔

سے مجھے اُنس حاصل ہو گا۔ پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کو کیا جواب دوں[1]"

بگڑتا زیادہ ہوں بنتا کم ہوں

ہوش وحواس آخری وقت تک قائم

کچھ معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے تو دیکھا نزع کی حالت ہے پوچھا کیا حال ہے؟"

آپ نے جواب دیا" پگھل رہا ہوں بگڑتا زیادہ ہوں بنتا کم ہوں۔ اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیوں کر ممکن ہے[2]"

حضرت ابن عباس رضی سے سوال جواب

حضرت عبداللہ

ابن عباس رضی عیادت کو آئے، سلام کیا طبیعت پوچھی۔ کہنے لگے" میں نے اپنی دنیا کم بنائی مگر دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں نے اُسے بگاڑا ہوتا جسے سنوارا ہے اور اُسے سنوارا ہوتا جسے بگاڑا تو یقیناً بازی لے جاتا اگر مجھے اختیار ملے تو ضرور اسی کی آرزو کروں۔ اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ اس وقت تو میں منجنیق کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو رہا ہوں نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں۔ نہ پیروں کی قوت سے نیچے اتر سکتا ہوں۔ اے میرے بھتیجے! مجھے کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اٹھاؤں"

ابن عباس رضی نے جواب دیا" اے عبداللہ اب وقت کہاں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۵۹ [2] عقد الفرید و ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۰

خلافت اموی کے حکام میں حجاج بن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہیں ہوئی۔ مگر یہ شہرت عدل و فیض رسانی کی نہیں تھی، سیاست و قہر کی تھی تاریخ اسلام میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہو گیا ہے۔ یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ وہ حجاج ہی تھا۔ جس نے اپنی بے پناہ تلوار سے اور بے روک سفاکی سے از سر نو اس کی گری ہوئی عمارت مستحکم کر دی۔

بنی اُمیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ سے تھا۔ اُن کی حکومت کا مرکز مکہ میں تھا اور اس کا دائرہ شام کی سرحدوں تک پہنچ گیا تھا۔ حجاج بن یوسف نے یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے دُور کر دیا مکہ کا محاصرہ کیا۔ کعبہ پر منجنیقیں لگا دیں اور عبداللہ بن الزبیرؓ کو نہایت سفاکی سے قتل کر ڈالا۔

عراق شروع سے شورش پسند قبائل کا مرکز تھا۔ یہاں کی سیاسی بے چینی کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی والیوں پر والی آتے تھے اور بے بس ہو کر لوٹ جاتے تھے۔ لیکن حجاج بن یوسف کی تلوار نے ایک ہی ضرب میں عراق کی ساری شورہ پشتی ختم کر دی

گویا میری گردن پر رضوی پہاڑ رکھا ہے گویا میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھر گئے ہیں گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔"

دولت سے بیزاری: اسی حال میں انہوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کرکے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا "اسے لے لو"۔

آپ کے بیٹے عبداللہ کا زہد مشہور ہے۔ انہوں نے کہا "مجھے اس کی ضرورت نہیں"۔

عمرو نے کہا "اس میں دولت ہے"۔

عبداللہ نے پھر انکار کیا۔ اس پر ہاتھ مل کر کہنے لگے "کاش! اس میں سونے کی بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں"۔

دعا:- جب بالکل آخری وقت آگیا تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے مٹھیاں کس لیں اور دعا کے لئے یہ کلمات زبان پر تھے:۔

الٰہی! تو نے حکم دیا اور ہم نے حکم عدولی کی۔ الٰہی تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ الٰہی! میں بے قصور نہیں ہوں کہ میں معذرت کروں طاقت ور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ اسکے بعد تین مرتبہ کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔

۱؎ الکامل جلد ۱ ۲؎ ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۰ ۳؎ ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۰ الکامل

بیان کیا گیا ہے کہ جنگوں کے علاوہ حالت امن میں اس نے ایک لاکھ ۲۵ ہزار آدمی قتل کئے تھے [1]

بڑے بڑے اکابر و ابرار مثلاً سعید بن جبیرؒ وغیرہ کی گردنیں اڑا دیں۔ مدینہ میں بے شمار صحابہؓ کے ہاتھوں پر سیسے کی مہریں لگا دیں۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابیوںؓ کو قتل کیا۔ موجودہ زمانے کی استعماری سیاست کی طرح اس کا بھی اصول یہ تھا حکومت کے قیام کے لئے ہر بات جائز ہے اور حکومتیں رحم و عدل سے نہیں بلکہ قہر و تعزیر سے قائم ہوتی ہیں۔

اس عہد کے عرفاء و صلحاء حجاج کو خدا کا قہر و عذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ کہا کرتے تھے۔ حجاج اللہ کا عذاب ہے اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے دور کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ خدا سے تضرع و زاری کرو۔ کیونکہ اس نے فرمایا ہے۔

"وَلَقَدْ اَخَذْنَا هُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ"

یہی سبب ہے کہ جوں ہی اس کی موت کی خبر سُنی گئی۔ حضرت حسنؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سجدے میں گر پڑے "اس اُمّت کا فرعون مر گیا" بے اختیار ان کی زبان سے نکل گیا۔

اب دیکھنا چاہیئے اس جابر و قہرمان انسان نے موت کا مقابلہ کیوں کر کیا؟ جس گھاٹ ہزاروں مخلوق کو اپنے ہاتھوں اُتار چکا تھا۔ خود

---

[1] عقد الفرید، البیان والتبیین وغیرہ

خود اس عہد کے لوگوں کو اس پر تعجب تھا۔ قاسم بن سلام کہا کرتے تھے، کوفہ والوں کی خودداری اور نخوت اب کیا ہو گئی؟ انہوں نے امیر المومنین علیؑ کو قتل کیا۔ حسین بن علیؑ کا سر کاٹا۔ مختار جیسا صاحب جبروت ہلاک کر ڈالا، مگر اس بدصورت ملعون! (حجاج) کے سامنے بالکل ذلیل ہو کر رہ گئے۔ کوفہ میں ایک لاکھ عرب موجود ہیں مگر یہ خبیث ۱۲ سوار لے کر آیا اور غلام بنا ڈالا۔

حجاج کا عراق میں اوّلین خطبہ، ادب عربی کی مشہور چیز ہے کہ صرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا۔

اما واللّٰہ انی لاحمل الشر بحملہ واحذوہ
بنعلہ واجزیہ بمثلہ وانی لاری ابصارا طامحۃ
واعناقا متطاولۃ ورؤسا قد اینعت وحان
قطافہا وانّی لأنظر الی الدماء بین العمائم
واللحی[1]

"حجاج کی تلوار جس درجہ سفاک تھی اتنی ہی اس کی زبان بلیغ تھی اس کا یہ خطبہ خطیبانہ رنگ کا بے نظیر نمونہ ہے۔" میں دیکھتا ہوں کہ نظریں اٹھی ہوئی ہیں۔ گردنیں اونچی ہو رہی ہیں۔ سروں کی فصل پک چکی ہے اور کٹائی کا وقت آگیا ہے۔ میری نظریں وہ دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہہ رہا ہے۔
حجاج نے جیسا کہا تھا ویسا ہی کر دکھایا۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۸، تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۱۰

لا ممکن ذالک منہ ظلما

و ھل یظلم رب یرجی الحسن ماب

(تو یہ اس کی طرف سے ہرگز ظلم نہیں ہوگا کیا یہ ممکن ہے کہ وہ رب ظلم کرے جس سے صرف بھلائی کی توقع کی جاتی ہے)

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ موقعہ اس قدر عبرت انگیز تھا کہ مجلس میں کوئی بھی اپنے آنسو روک نہ سکا۔

خلیفہ کے نام خط اس کے بعد اس نے اپنا کاتب طلب کیا اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کو حسب ذیل خط لکھوایا۔

اما بعد، میں تمہاری بکریاں چراتا تھا ایک خیر خواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلے کی حفاظت کرتا تھا۔ اچانک شیر آیا۔ گلہ بان کو طمانچہ مارا اور چراگاہ خراب کر ڈالی آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو ایوب صابرؑ پر نازل ہوئی تھی۔ مجھے امید ہے کہ جبار و قہار اس طرح اپنے بندے کی خطایئں بخشتا اور گناہ دھونا چاہتے ہیں۔"

پھر خط کے آخر میں یہ شعر لکھنے کا حکم دیا۔

اذا ما لقیت اللہ عنی راضیا

فان شفاء النفس فیما ھنا لک

اگر میں نے اپنے خدا کو راضی پایا تو بس میری مراد پوری ہو گئی،

فحسبی بقاء اللہ من کل میت

وحسبی حیاۃ اللہ من کل ھالک

(سب مر جائیں مگر خدا کا باقی رہنا میرے لئے کافی ہے (سب

اس میں کیسے اُترا؟

بیماری عراق پر ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ برس کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اس کے معدے میں بیشمار کیڑے پیدا ہو گئے تھے اور جسم کو ایسی سخت سردی لگ گئی تھی کہ آگ کی بہت سی انگیٹھیاں بدن سے لگا کر رکھ دی جاتی تھیں پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی۔

موت پر خطبہ جب زندگی سے نا اُمیدی ہو گئی تو حجاج نے گھر والوں سے کہا۔ مجھے بٹھا دو اور لوگوں کو جمع کر دو۔ لوگ آئے تو اس نے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی۔ موت اور سختیوں کا ذکر کیا۔ قبر اور اس کی تنہائی کا بیان کیا۔ دُنیا اور اس کی بے ثباتی یاد کی۔ آخرت اور اس کی ہولناکیوں کی تشریح کی اپنے گناہوں اور ظلموں کا اعتراف کیا۔ پھر یہ شعر اُس کی زبان پہ جاری ہو گئے۔

ان ذنبی وزن السمٰوٰت والارض
وظنی بخالقی ان یحابی

میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں۔ مگر مجھے اپنے خالق سے امید ہے کہ رعایت کرے گا۔

فلئن من بالرضا فھو ظنی
ولئن امر بالکتاب عذابی

اگر اپنی رضامندی کا احسان مجھے دے تو یہی میری امید ہے۔ لیکن اگر وہ عدل کر کے میرے عذاب کا حکم دے۔

حجاج نے خفا ہو کر جواب دیا "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کے دور کرنے کی دعا کرو۔ میں تجھ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری روح قبض کرے اور اب زیادہ عذاب نہ دے"

اسی اثنا میں ابو منذر یعلیٰ ابن مخلد مزاج پرسی کو پہنچے

"حجاج! موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہے؟"

انہوں نے سوال کیا۔

"اے یعلیٰ" ! حجاج نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا، کیا پوچھتے ہو، شدید مصیبت سخت تکلیف! نا قابل بیان الم، نا قابل برداشت درد! سفر دراز! توشہ قلیل! آہ! میری ہلاکت! اگر اس جبار و قہار نے مجھ پر رحم نہ کھایا!"

ابو منذر کی بے لاگ تقریر

ابو منذر نے کہا "اے حجاج! خدا اپنے انہیں بندوں پر رحم کھاتا ہے جو رحمدل اور نیک نفس ہوتے ہیں۔ اس کی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو فرعون وہامان کا ساتھی تھا۔ کیونکہ تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی۔ تو نے اپنی ملت ترک کر دی تھی راہ حق سے کٹ گیا تھا۔ صالحین کے طور طریقہ سے دور ہو گیا تھا تو نے نیک انسان قتل کر کے ان کی جماعت فنا کر ڈالی۔ تابعین کی جڑیں کاٹ کر ان کا پاک درخت اکھاڑ پھینکا۔ افسوس تو نے خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت کی۔ تو نے خون کی ندیاں بہا دیں۔ جانیں لیں۔ آبروئیں برباد کیں۔ کبر و جبر کی روش اختیار کی۔ تو نے اپنا دین ہی بچایا نہ دنیا

ہلاک ہو جائیں مگر خدا کی زندگی میرے لئے کافی ہے)

لقد ذاق هٰذا الموت من کان قبلنا
و نحن نذوق الموت من بعد ذالک

(ہم سے پہلے یہ موت چکھ چکے ہیں۔ ہم بھی ان کے بعد موت کا مزہ چکھیں گے۔)

فان مت فاذکرنی بذکر محبب
فقد کان جما فی رضاک مسالکی

(اگر میں مر جاؤں تو مجھے محبت سے یاد رکھنا۔ کیونکہ تمہاری خوشنودی کے لئے میری راہیں بے شمار تھیں)

والا ففی دبر الصلوٰۃ بدعوۃ
یلقی بها المسجون فی نار مالک

(یہ نہیں تو کم از کم ہر نماز کے بعد دعا میں یاد رکھنا کہ جس سے جہنم کے قیدی کو کچھ نفع پہنچے)

علیک سلام اللہ حیا و میتاً
و من بعد ما تحیا عتیقاً لمالک

(تجھ پر ہر حال میں اللہ کی سلامتی ہو، جیتے جی، میرے پیچھے اور جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ)

سکراتِ موت کے شدائد

حضرت حسن بصریؒ عیادت کو آئے تو حجاج نے ان سے اپنی تکلیفوں کا شکوہ کیا۔ حسنؓ نے کہا: میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکو کاروں کو نہ ستا مگر افسوس تم نے نہیں سُنا۔

معاویہؓ بن ابوسفیان

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے۔ عرب کا عزم، جزم عقل، تدبر، پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہو گیا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ ان کی تدبیر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی اور ہمیشہ ان کی سیاست کامیاب رہی۔ وہ اس عہد کے ایک پورے سیاسی آدمی تھے۔

ایک عجیب عزم

جب مرض نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور لوگوں میں ان کی موت کے چرچے ہونے لگے تو امیر معاویہؓ کو فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہو۔ ولی عہد یزید جسے جبراً بزور شمشیر ولی عہد منوایا گیا دارالخلافہ سے دور تھا۔ اور ابتری پیدا ہو جانے کا قوی احتمال تھا، انہوں نے فوراً اپنے تیمارداروں سے کہا:۔

میری آنکھوں میں خوب سرمہ لگاؤ۔ سر میں تیل ڈالو۔" حکم کی تعمیل کی گئی۔ سرمہ اور روغن نے بیمار چہرے میں تازگی پیدا کر دی۔ پھر انہوں نے حکم دیا۔

ہی پائی۔ تو نے خاندانِ مروان کو عزت دی، مگر اپنا نفس ذلیل کیا
اُن کا گھر آباد کیا، مگر اپنا گھر ویران کر لیا۔ آج تیرے لئے نہ نجات
ہے نہ فریاد۔ کیونکہ تو آج کے دن اور اس کے بعد سے غافل تھا۔
تو اس اُمت کے لئے مصیبت اور قہر تھا۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر کہ
اس نے تیری موت سے اُمت کو راحت بخشی اور تجھے مغلوب
کر کے اس کی آرزو پوری کر دی۔"

حجاج کی عجیب رحمت طلبی

راوی کہتا ہے۔ حجاج یہ سنکر مبہوت ہو گیا۔ دیر تک سناٹے
میں رہا۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لی۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔
اور آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر کہا۔ الٰہی مجھے بخش دے۔ کیونکہ لوگ کہتے
ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ پھر یہ شعر پڑھا:۔

رب ان العباد قد أیاسونی ورجائی لک الغداة عظیم

(الٰہی! بندوں نے مجھے نا امید کر ڈالا۔ حالانکہ میں تجھ سے بڑی ہی امید رکھتا ہوں)
یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

اس میں شک نہیں، رحمت الٰہی کی بے کنار وسعت دیکھتے ہوئے اسکا یہ انداز
طلب ایک عجیب تاثیر رکھتا ہے اور اس باب میں بے نظیر مقولہ ہے یہی وجہ ہے
کہ جب حضرت حسن بصریؒ سے حجاج کا یہ قول بیان کیا گیا تو وہ پہلے متعجب ہوئے:
کیا واقعی اس نے یہ کہا۔" ہاں اس نے ایسا ہی کہا ہے،" فرمایا۔" تو شاید!
یعنی اب شاید بخشش ہو جائے۔"

(البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۱۳۸

نے دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا بالکل کایا پلٹ کردی ۔ ایک ایک کر کے تمام گرہیں کھول ڈالیں ۔ پھر کیا ہوا ؟ دنیا نے ہم سے بے وفائی کی ۔ ہماری جوانی چھین لی ۔ ہمیں بوڑھا بنا دیا ۔ آہ یہ دنیا کتنی خراب جگہ ہے ۔ یہ دنیا کیسا بُرا مقام ہے [1]

آخری خطبہ امیر معاویہ نے اپنی بیماری میں آخری خطبہ یہ دیا " اے لوگو ! میں اس کھیتی کی بالی ہوں جو کٹ چکی ہے ۔ مجھے تم پر حکومت ملی تھی ۔ میرے بعد جتنے حاکم آئیں گے وہ مجھ سے بُرے ہوں گے ٹھیک اسی طرح جیسے اگلے حکام مجھ سے اچھے تھے [2]

حسرت جب وقتِ آخر ہوا تو کہا مجھے بٹھا دو ۔ چنانچہ بٹھا دیئے گئے ۔ دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے پھر رونے لگے اور کہا ۔

" معاویہ ! اپنے رب کو اب یاد کرتا ہے جب کہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہیں رکھا ۔ اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہو گئیں ۔ اس وقت کیوں خیال نہ آیا ۔ جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی ۔ پھر چلا کر روئے اور دعا کی : " اے رب ! سخت دل گنہگار بوڑھے پر رحم کر ، الٰہی اس کی ٹھوکریں معاف کر دے اس کے گناہ بخش دے ۔ اپنے وسیع حلم کو اس کے شامل حال کر جس نے تیرے

---

[1] احیاء علوم الدین جلد ۶

[2] احیاء جلد ۴

"میرا بچھونا اونچا کرو۔ مجھے بٹھادو۔ میرے پیچھے تکیے لگاؤ"
اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔

پھر کہا "لوگوں کو حاضری کی اجازت دو۔ سب آئیں اور کھڑے کھڑے سلام کرکے رخصت ہو جائیں۔ کوئی بیٹھنے نہ پائے"

لوگ اندر آنا شروع ہوئے جب وہ سلام کرکے باہر جاتے تو آپس میں کہتے۔ "کون کہتا ہے خلیفہ مر رہے ہیں؟ وہ تو نہایت تروتازہ اور تندرست ہیں" جب سب لوگ چلے گئے تو امیر معاویہؓ نے یہ شعر پڑھا۔

وتجلدی للشامتین اریھم
انی لریب الدھر لا اتضعضع[1]

شماتت کرنے والوں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دیتا۔ میں انہیں ہمیشہ یہی دکھاتا ہوں۔ کہ زمانے کے مصائب مجھے مغلوب نہیں کر سکتے۔

دنیا کی بے ثباتی دوران علالت قریش کی ایک جماعت عیادت کو آئی امیر معاویہؓ نے اس کے سامنے دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا: "دنیا آہ دنیا" اس کے سوا کچھ نہیں جیسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب تجربہ کر چکے ہیں۔ خدا کی قسم ہم اپنی جوانی کے عالم میں دنیا کی بہار کی طرف دوڑے اور اس کے سب مزے لوٹے مگر ہم

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۱۸۱

رسائلوں کے ہاتھ لوٹا دیئے جائیں گے اور دین و دنیا کی محرومیاں ان کے انتظار میں ہوں گی)

یہ سن کر لڑکیاں چلا اٹھیں "ہرگز نہیں۔ امیرالمومنین! خدا آپ کو سلامت رکھے"!

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف یہ شعر پڑھ دیا۔

واذ المنیۃ انشبت اظفارھا

الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

(جب موت اپنے ناخن گاڑ دیتی ہے تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہنچاتا)

نصیحت: پھر بے ہوش ہو گئے تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی۔ اور اپنے عزیزوں کو دیکھ کر کہا:

"اللہ عز و جل سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے خدا اس کی حفاظت کرتا ہے اس شخص کے لئے کوئی پناہ نہیں۔ جو خدا سے بے خوف ہے"[1]

یزید کی آمد

امیر معاویہ رضؓ کی نازک حالت سے قاصد کے ذریعہ ولی عہد (یزید) کو مطلع کیا گیا

وہ فوراً روانہ ہوا۔ پہنچتے پہنچتے حالت اور بھی ابتر ہو چکی تھی اس نے باپ کو پکارا۔ مگر وہ بول نہ سکے۔ یزید رونے لگا اور یہ شعر پڑھے:

لو عاش حی الدنیا لعاش اماً

م الناس لا عاجز و لا کل

---

[1] طبری ج ۶ ص ۱۸۲

سوا کسی سے اُمید نہیں کی تیرے سوا کسی پہ بھروسہ نہیں کیا[1]

بیٹیوں سے خطاب تیمار داری ان کی دو لڑکیاں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ انہیں بغور دیکھ کر کہا۔ تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اس نے دنیا بھر کے خزانے جمع کر لئے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے پھر یہ شعر پڑھا:۔

لقد سعیت لکم من سعی ذی نصب
وقد کفیتکم التطواف والرحلا[2]

(میں نے تمہارے لئے سخت محنت کوشش سے کی اور در بدر ٹھوکریں کھانے سے بے پرواکر دیا)

اپنی فیاضی کی یاد وفات سے پہلے اشہب بن رمیلہ کے یہ شعر پڑھے جو اس نے قباع کی مدح میں کہے تھے۔

اذا مات الجرد وانقطع الندی
من الناس الامن قلیل مصرد

(تیری موت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی بھی مرجائے گی)

وردت اکف السائلین وامسکوا
من الدین والدنیا بخلف مجدد

[1] احیاء جلد ۴
[2] طبری ج ۶ ص ۱۸۲

کر اس پر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہے تو وہ یہی ہے[1]

سکرات موت

سکرات کے عالم میں یہ شعر زبان پر جاری تھا۔

فهل من خالد اما هلكنا

وهل بالموت بالناس عار[2]

(اگر ہم مر جائیں گے تو کیا کوئی بھی ہمیشہ زندہ رہے گا کیا موت کسی کے لئے عیب ہے)

وفات

عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے۔

الا ليتنی لم اعن فی الملک ساعة ولم اک فی اللذات اعشی النواظر

(کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی۔ کاش لذتیں حاصل کرنے میں میں اندھا نہ ہوتا)

وکنت کذی طمرین عاش ببلغة

لیالی حتی زار ضنک المقابر[3]

(کاش میں اس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہے)

---

[1] استیعاب - عقد الفرید [2] استیعاب [3] عقد الفرید

(اگر کوئی آدمی بھی ہمیشہ دنیا میں زندہ رہتا تو بلاشک آدمیوں کا امام زندہ رہتا۔ وہ نہ عاجز ہے نہ کمزور ہے۔

الحول القلب والاریب ولن
یدفع وقت المنیۃ الحیل

وہ بڑا ہی عاقل و مدبر و فہیم ہے۔ لیکن موت کے وقت کوئی تدبیر کسی کام نہیں آیا)

معاویہ نے یہ سن کر آنکھیں کھول دیں

یزید سے خطاب

اور کہا "اے فرزند! مجھے جس بات پر خدا سے سب سے زیادہ خوف ہے وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہے۔ جانِ پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دستِ مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپ نے میرا کرتہ دیکھا وہ مونڈھے سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا: "معاویہ! تجھے کرتہ پہنادوں؟"

میں نے عرض کیا: "میں آپ پر قربان! ضرور ضرور" چنانچہ آپ نے کرتہ عنایت کیا۔ مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا وہ میرے پاس اب تک موجود ہے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بال ترشوائے میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اٹھالئے تھے وہ بھی آج تک میرے پاس شیشی میں رکھے ہوئے ہیں۔ دیکھو جب میں مرجاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور نتھنوں میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ بچھا

أغرا بلج يستقى الغمام به
لو قارع الناس عن أحلامهم قرعا[1]

(مبارک اور خوبصورت جس کے واسطے سے باران رحمت طلب کیا جاتا ہے اگر لوگوں کی عقلوں کا امتحان ہو تو وہ سب پہ بازی لے جائے گا۔)

یزید کا خطبہ

تین دن یزید گھر سے نہیں نکلا۔ پھر مسجد میں آیا اور حسب ذیل خطبہ دیا:۔

"تمام ستائش اس خدا کے لئے ہے جو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرتا ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔ کسی کو عزت دیتا۔ کسی کو ذلت دیتا ہے لوگو! معاویہؓ خدا کی رسیوں میں ایک رسی تھا۔ جب تک خدا نے چاہا اسے دراز کیا۔ پھر اسے اپنی مشیت سے کاٹ ڈالا معاویہؓ اپنے پیش روؤں سے کمتر اور بعد والوں سے بہتر تھا میں اسے پاک ثابت کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اب وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گیا ہے اگر اسے درگذر کرے تو یہ اس کی رحمت ہے اگر اسے عذاب دے تو یہ اس کے گناہ کا عذاب ہوگا۔ میں اسکے بعد برسر حکومت آیا۔ نہ سرکش ہوں نہ کمزور ہوں جلد بازی نہ کرو۔ اگر خدا کوئی بات ناپسند کرتا ہے۔ بدل ڈالتا ہے۔ اگر پسند کرتا ہے تو آسان کر دیتا ہے

[1] استیعاب طبری ج ۶ ص ۱۸۲، البدایۃ ج ۸ ص ۱۴۴

یزید کا مرثیہ

(یزید نے مرثیہ کے یہ شعر کہے تھے)

جاء البرید بقرطاس یخبّ به
فأوجس القلب من قرطاسه فزعاً

(قاصد خط لئے دوڑا ہوا آیا تو قلب خوفزدہ ہو گیا)

قلنا لك الویل ماذا فی کتابکم
قالوا الخلیفة أمسی مثبتا وجعا

(ہم نے کہا، تیری ہلاکت! خط میں کیا ہے؟ کہنے لگا خلیفہ سخت بیماری اور تکلیف میں ہے)

فمادت الارض اوکادت تمید بنا
کأن أغبر من ارکانها انقلعا

(قریب تھا زمین ہمیں لیکر جھک جائے۔ گویا اس کا کوئی ستون اکھڑ گیا ہے)

أودی ابن هند أودی المجد یتبعه
کانا جمیعا قطلا لیسیران معا

(ہند کا لڑکا (معاویہ) مر گیا اور عزت بھی مر گئی۔ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اب بھی دونوں ساتھ جا رہے ہیں۔)

لا یرفع الناس ما أوهی وان جهدوا
أن یرقعوه ولا یوهون ما رقعا

(جو گر رہا ہے اسے آدمی لاکھ کوشش کریں اٹھا نہیں سکتے اور جو اٹھ رہا ہے اسے لاکھ چاہیں گرا نہیں سکتے)

انتظار کر رہے تھے۔ جب مبلغینِ اسلام یہاں پہنچے تو بے نیام تلواروں نے بجلی بن کران کا استقبال کیا۔ مسلمان اگرچہ اشاعتِ قرآن کے لئے گھروں سے نکلے تھے مگر تلوار سے خالی نہ تھے احساسِ خطرہ کے ساتھ ہی دو سو کے مقابلے میں دس تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں اور مقابلہ شروع ہو گیا آٹھ صحابی مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور خبیب بن عدیؓ اور زید بن دسنہ دو شیروں کو کفار نے محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا۔ سفیان ہذلی انہیں مکّہ لے گیا اور یہ دونوں صالح مسلمان نقد قیمت پر مکّہ کے درندوں کے ہاتھ فروخت کر دیئے گئے۔

حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو حارث بن عامر کے گھر ٹھہرایا گیا اور پہلا حکم یہ دیا گیا کہ انہیں روٹی دی جائے اور نہ پانی۔ حارث بن عامر نے حکم کی تعمیل کی اور کھانا بند کر دیا گیا۔

ایک دن حارث کا نو عمر بچّہ چھری سے کھیلتا ہوا حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا۔ اس مردِ صالح نے جو کئی روز سے بھوکا اور پیاسا تھا حارث کے بچے کو گود میں بٹھا لیا اور چھری اس کے ہاتھ سے لیکر زمین پر رکھ دی جب ماں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت خبیبؓ چھری اور بچّہ لئے بیٹھے تھے۔ عورت چونکہ مسلمانوں کے کردار سے ناواقف تھی۔ یہ حال دیکھ کر لڑکھڑا گئی اور بے تابانہ چیخنے لگی۔ حضرت خبیبؓ نے عورت کی تکلیف محسوس کی تو فرمایا:۔ بی بی! تم مطمئن رہو۔ میں بچے کو ذبح نہیں کروں گا مسلمان ظلم نہیں کیا کرتے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی خبیبؓ نے گود کھول دی معصوم بچّہ اُٹھا اور دوڑ کر ماں سے لپٹ گیا۔

قریش نے چند روز انتظار کیا، جب فاقہ کشی کے احکام اپنے مقصد

۵
خبیب بن عدی

دشمن جب محلہ چھوڑ دے یا شہر سے نکل جائے تو سکون مل جاتا ہے لیکن مسلمانوں نے جب چھوڑا اور تمام جائدادیں کفار کے حوالے کر کے مکہ سے ۳۰۰ میل دور مدینہ میں جا آباد ہوئے تو کفار پہلے سے بھی زیادہ بے قرار ہو گئے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہجرت مدینہ سے انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان الگ رہ کر تیاری کریں گے اہل عرب رسول اللہ کی دعوت کو قبول کر لیں گے اور جب یہ قطرہ دریا بن گیا تو ہماری سرداری کا جاہ و جلال، اسلام کے سیلاب حق کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو پہل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی قریش مکہ نے اپنی دماغی پریشانیوں کے ماتحت خود ہی "آبیل مجھے مار" کی روش اختیار کر لی تھی جب بدر اور اُحد کے میدانوں میں ان کے تیغ آزمائی کا زعم باطل بھی ختم ہو گیا تو وہ سازش کے جال بھی پھیلانے لگے انہوں نے عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کو رسول اللہ کے پاس بھیجا۔ اور کہلوایا "اگر آپ ہمیں چند مبلغ عنایت فرمادیں تو ہمارے تمام قبیلے مسلمان ہو جائینگے حضورؐ نے عاصم بن ثابتؓ کی ماتحتی میں کل دس بزرگ صحابہ کا وفد ان کے ساتھ بھیج دیا۔

ایک گھاٹی میں کفار کے دو سو مسلح جوان مسلمانوں کے اس تبلیغی وفد کا

گرا ہوا سر کبھی خاک نیاز سے نہ اٹھے۔ ہر بُن مُو سے اس قدر آنسو بہیں کہ عبادت گذار کا جسم تو خون سے خالی ہو جائے۔ مگر اس کے عشق و محبت کا چمن اس انوکھی آبیاری سے رشک فردوس بن جائے۔

حضرت خبیبؓ کا دل محبت نواز، عشق و نیاز کی لذتوں میں ڈوب چکا تھا کہ عقل مصلحت کیش نے انہیں روکا۔ اور ایک ایسی آواز میں جسے صرف شہیدوں کی روح ہی سن سکتی ہے انہیں رُوحِ اسلام کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ اگر نماز زیادہ لمبی کرو گے تو کافر یہ سمجھے گا کہ مسلمان موت سے ڈر گیا ہے اس پیغام حق کے ساتھ ہی حضرت خبیبؓ نے دائیں طرف گردن موڑ دی اور کہا السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ کفار نہیں بولے۔ مگر ان کی کھینچی ہوئی تلواروں نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ۔ اب آپ نے بائیں طرف گردن موڑی اور کہا السلامُ علیکم ورحمتہ اللہ۔ کفار اب بھی خاموش رہے، مگر نیزوں کی انیاں اور تیروں کی زبانیں رورو کر پکاریں۔

اے مجاہد اسلام! وعلیکم السّلام ورحمتہ اللہ!

مردِ مجاہد خبیبؓ سلام پھیر کر صلیب کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ کفار نے انہیں پھانسی کے ستون کے ساتھ جکڑ دیا اور پھر نیزوں اور تیروں کی دعوت دی کہ وہ آگے بڑھیں اور اُن کے صدق و مظلومیت کا امتحان لیں ایک شخص آگے آیا اور اس نے خبیبؓ مظلوم کے جسمِ پاک کے مختلف حصوں پر نیزے سے ہلکے ہلکے چرکے لگائے اور وہی خون اطہر جو چند ہی لمحے پیشتر حالتِ نماز میں شکر و سپاس کے آنسو بن کر آنکھوں سے بہا تھا اب زخموں کی آنکھ سے شہادت کے مشک بُو قطرے بن کر ٹپکنے لگا۔ پیکرِ صبر خبیبؓ کے

میں کامیاب نہ ہو سکے تو قتل کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا کھلے میدان میں ایک ستون نصب تھا اور یہ اپنی بے بسی پر رو رہا تھا۔ اس کے چاروں طرف بے شمار آدمی ہتھیار سنبھالے کھڑے تھے۔ بعض تلواریں چمکا رہے تھے۔ بعض نیزے تان رہے تھے۔ بعض کمان میں تیر جوڑ کر نشانہ ٹھیک کر رہے تھے کہ آواز آئی "خبیب آ رہا ہے" مجمع میں ایک شور محشر بپا ہو گیا لوگ اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ بعض لوگوں نے مستعدی سے ہتھیار سنبھالے اور حملہ کرنے اور خون بہانے کے لئے تیار ہو گئے۔

مردِ صالح خبیبؓ قدم بہ قدم تشریف لائے اور انہیں صلیب کے نیچے کھڑا کر دیا گیا۔ ایک شخص نے انہیں مخاطب کیا اور کہا "خبیب! ہم تمہاری مصیبت سے دردمند ہیں اگر اب بھی اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔"

حضرت خبیبؓ خطاب کرنے والے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو پھر جان بچانا بیکار ہے۔" اس جواب کی ثابت قدمی بجلی کی طرح پُرشور بھیڑ پر گری۔ مجمع ساکت ہو گیا اور لوگ دم بخود رہ گئے۔

"خبیبؓ! کوئی آخری آرزو ہے تو بیان کرو۔" ایک شخص نے کہا۔

"کوئی آرزو نہیں، دو رکعت نماز ادا کر لوں گا" حضرت خبیبؓ نے فرمایا۔

"بہت اچھا، فارغ ہو جاؤ۔" ہجوم سے آوازیں آئیں۔

پھانسی گڑھی ہوئی ہے۔ حضرت خبیبؓ اس کے نیچے کھڑے تاکہ اللہ کی بندگی کا حق ادا کریں۔ خلوص و نیاز کا اصرار ہے کہ زبان شاکر جو حمد حق میں کھل چکی ہے اب کبھی بند نہ ہو۔ دست نیاز جو بارگاہ کبریا میں بندھ چکے ہیں اب کبھی نہ کھلیں۔ رکوع میں جھکی ہوئی کمر کبھی سیدھی نہ ہو۔ سجدے میں

۳- ان لوگوں نے یہاں اپنی عورتیں بھی بلا رکھی ہیں اور بچے بھی اور ایک مضبوط اور اونچے ستون کے پاس کھڑا کر دیا گیا ہے۔

۴- یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں اسلام سے انکار کر دوں تو یہ مجھے آزاد کر دیں گے مگر میرے لئے ترک اسلام سے قبولِ موت بہت زیادہ آسان ہے، اگرچہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ مگر میرا دل بالکل پرسکون ہے۔

۵- میں دشمن کے سامنے گردن نہیں جھکاؤں گا۔ میں فریاد نہیں کروں گا میں خوف زدہ نہیں ہوں گا۔ اس لیئے کہ میں جانتا ہوں کہ اب اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔

۶- میں موت سے نہیں ڈر سکتا اس لئے کہ موت بہرحال آنے والی ہے مجھے صرف ایک ہی ڈر ہے اور وہ دوزخ کی آگ کا ڈر ہے۔

۷- مالکِ عرش نے مجھ سے خدمت لی ہے اور مجھے صبر و ثبات کا حکم دیا ہے اب کفار نے زدوکوب سے میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے اور میری تمام امیدیں ختم ہو گئی ہیں۔

۸- میں اپنی عاجزی، بے وطنی اور بے کسی کی۔ اللہ سے فریاد کرتا ہوں۔ نہیں معلوم، میری موت کے بعد ان کے کیا ارادے ہیں۔ کچھ بھی ہو، جب میں راہ خدا میں جان دے رہا ہوں تو یہ جو کچھ بھی کریں گے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔

۹- مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میرے گوشت کے ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے گا اے اللہ! جو کچھ آج میرے ساتھ ہو رہا ہے اپنے رسولؐ کو اس کی اطلاع پہنچا دے۔

دردناک مصائب کا تصور کیجیے۔ آپ ستون کے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں کبھی ایک تیر آتا ہے اور دل کے پار ہو جاتا ہے کبھی نیزہ لگتا ہے اور سینے کو چیر دیتا ہے اُن کی آنکھیں آتے ہوئے تیروں کو دیکھ رہی ہیں۔ ان کے عضو عضو سے خون بہہ رہا ہے مگر درد و تکلیف کی اس قیامت میں بھی ان کا دل اسلام سے نہیں ٹلتا۔

ایک اور شخص آگے آیا اور اس نے حضرت خبیبؓ کے جگر پر نیزے کی انی رکھ دی۔ پھر اس قدر دبایا کہ وہ کمر کے پار ہو گئی۔ یہ جو کچھ ہوا حضرت خبیبؓ کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ حملہ آور نے کہا۔" اب تو تم بھی پسند کرو گے کہ محمدؐ یہاں لگ جائیں اور تم اس مصیبت سے چھوٹ جاؤ" پیکرِ صبر خبیبؓ نے جگر کے چر کے دل کو حوصلہ مندی سے برداشت کر لیا۔ مگر یہ زبان کا گھاؤ برداشت نہ ہوا۔ اگرچہ زبان کا خون نچڑ چکا تھا۔ مگر جوشِ ایمان نے اس خشک ہڈی میں بھی تاب گویائی پیدا کر دی اور آپ نے جواب دیا۔" اے ظالم! خدا جانتا ہے۔ کہ مجھے جان دے دینا پسند ہے مگر یہ پسند نہیں کہ رسول اللہؐ کے قدموں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔"

نماز کے بعد حضرت خبیبؓ پر جو حالتیں گزریں، آپ بے ساختہ شعروں میں انہیں ادا فرماتے رہے۔ اُن اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

۱۔ لوگ انبوہ در انبوہ میرے گرد کھڑے ہیں۔ قبیلے جماعتیں اور جتھے، یہاں سب کی حاضری لازم ہو گئی ہے۔

۲۔ یہ تمام اجتماع اظہار عداوت کیلئے ہے یہ سب لوگ میرے خلاف اپنے جوش و انتقام کی نمائش کر رہے ہیں اور مجھے یہاں موت کی کھونٹی سے باندھ دیا گیا ہے۔

عبداللہ ذوالبجادین

ہر انسان، موت کے آئینے میں اپنے دل کی آپ بیتی کا مرقع دیکھ لیتا ہے۔ اگر اس نے اپنی زندگی میں حسد، نفاق، ریا اور برائی کے ساتھ عہد مودت استوار رکھا ہو تو موت یہی تحائف اس کے سامنے لاکر رکھ دیتی ہے۔ اگر اس نے محبت خلوص۔ خدمت اور دیانت کو شمع حیات بنایا ہو تو موت انہیں انوار کا گلدستہ بناتی ہے اور اس کی نذر کر دیتی ہے۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا انتقال "موت میں زندگی کے انعکاس" کی بہترین مثال ہے۔

قبولِ اسلام سے پہلے آپ کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ ابھی شیر خواری کی منزل میں تھے کہ باپ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ نہایت غریب تھیں۔ اس واسطے چچا نے پرورش کا بیڑا اٹھایا۔ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو چچا نے اونٹ۔ بکریاں۔ غلام۔ سامان اور گھر بار دے کر ضروریات سے بے نیاز کر دیا۔ ہجرت نبویؐ کے بعد توحید کی صدائیں عرب کے گوشے گوشے میں گونجنے لگی تھیں اور ان کے کان میں برابر پہنچ رہی تھیں۔ چونکہ لوح فطرت بے میل اور شفاف تھی اس واسطے انہوں نے دل ہی میں قبول اسلام کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اسلامی آواز جو عرب کے کسی گوشے میں بلند ہوتی ان کے لئے ذوق وشوق کا تازیانہ بن جاتی۔ قبول اسلام کے لئے ہر روز

حضرت سعید بن عامرؓ حضرت فاروق اعظمؓ کے عامل تھے۔ بعض اوقات آپ کو بیٹھے بیٹھے دورہ پڑتا اور آپ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا۔ آپکو یہ کیا مرض ہے؟ جواب دیا میں بالکل تندرست ہوں اور مجھے کوئی مرض نہیں ہے۔ جب حضرت خبیبؓ کو پھانسی دی گئی تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ جب وہ ہوش ربا واقعات یاد آجاتے ہیں تو مجھ سے سنبھلا نہیں جاتا اور میں کانپ کر بے ہوش ہو جاتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھے، اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں اور جو نماز میں بیٹھ کر پڑھے (جیسا کہ نفلوں میں پڑھ لیتے ہیں) اس کو پچاس نیکیاں اور جو بغیر نماز کے بلا وضو پڑھے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف کان لگا کر سنے۔ اس کو بھی ایک حرف کے بدلہ ایک نیکی مل جاتی ہے (احیاء العلوم)

ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اس ذبحِ عظیم کے لئے تیار ہو گئے اور فرمایا
اے عم محترم! میں مسلمان ضرور ہوں گا۔ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کی ضرور اتباع کروں گا۔ اب میں شرک و بت پرستی کا ساتھ نہیں
دے سکتا۔ آپ کا زر و مال آپ کے لئے مبارک اور میرا اسلام میرے
لئے مبارک، تھوڑے دنوں تک موت، ان چیزوں کو مجھ سے چھڑا دے
گی۔ پھر یہ کیا بُرا ہے، اگر میں آج خود ہی انہیں چھوڑ دوں۔ آپ
اپنا سب مال و اسباب سنبھال لیں۔ میں اس کے لئے دینِ حق کو قربان
نہیں کر سکتا۔"

ذوالبجادینؓ نے یہ کہا اور چچا کے تقاضا کے مطابق اپنا لباس اتار
دیا۔ جُوتے اتار دیئے چادر اُتار دی۔ اور اس کے بعد تہ بند بھی اتار کر
ان کے سپرد کر دیا۔ پھر چچا کے بھرے گھر سے اس طرح نکلے کہ خدائے
واحد کے نام پاک کے سوا کوئی بھی اور چیز ساتھ نہ تھی ؎

بیں ہوں وہ گرم روِ راہِ دفا جُوں خورشید
سایہ تک بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا مجھ کو

اس حال میں آپ اپنی ماں کے گھر میں داخل ہوئے۔ ماں نے انہیں
مادر زاد برہنہ دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور پریشان ہو کر پوچھا "اے میرے
بیٹے! تمہارا یہ کیا حال ہے؟" ذوالبجادینؓ نے کہا: "اے ماں! اب میں
مومن و موحد ہو گیا ہوں"۔ اللہ اللہ! "مومن اور موحد ہو گیا ہوں"
کے الفاظ ان کے حال کے کس قدر مطابق تھے۔ انہوں نے اپنی مادی دُنیا
اپنے ہاتھوں بھسم کی تھی۔ انہوں نے اپنی زلیست کے تمام ساز و سامان
اپنے ہاتھوں ذبح کئے تھے۔ انہوں نے اسلام کے لئے اپنی زندگی کے تمام

قدم بڑھاتے۔ مگر چچا کے خوف سے پھر پیچھے ہٹا لیتے انہیں ہر وقت اسی کا انتظار رہتا تھا کہ چچا اسلام کی طرف مائل ہوں تو یہ بھی آستانہ حق پر سر تسلیم خم کر دیں۔ اس انتظار میں ہفتے گذرے، مہینے بیتے اور سال ختم ہو گئے یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور دین حق کی فیروزمندیاں، رحمت ایزدی کا ابر بہار بن کر کوہ و دشت پر پھول برسانے لگیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تطہیر حرم کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تھے کہ ذوالبجادین کا پیمانۂ صبر بھی لبریز ہو گیا۔ آپ چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا محترم چچا! میں کئی برسوں سے آپ کے قبول اسلام کی راہ تک رہا ہوں مگر آپ کا حال وہی ہے جو پہلے تھا۔ اب میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا، مجھے اجازت دیجئے کہ آستانۂ اسلام پر سر رکھ دوں۔"

ذوالبجادین رض کو جس بات کا خطرہ تھا وہی پیش آ گئی۔ ادھر قبول اسلام" کا لفظ ان کے لبوں سے باہر نکلا اُدھر چچا آپے سے باہر ہو گیا اور کہنے لگا: "اگر تم اسلام قبول کرو گے تو میں اپنا ہر سامان تم سے واپس لے لوں گا۔ تمہارے جسم سے چادر اُتار لوں گا۔ تمہاری کمر سے تہ بند تک چھین لوں گا۔ تم اپنی دنیا سے بالکل تہی دست کر دیئے جاؤ گے اور ایسے حال میں یہاں سے نکلو گے کہ تمہارے جسم پر کپڑے کا ایک تار بھی باقی نہیں ہو گا۔

ناظرین! ذوالبجادین رض کی حالت کا اندازہ کیجئے۔ چچا کے الفاظ سے تو انہیں یوں معلوم ہوا کہ گویا اللہ تعالےٰ نے موجوداتِ عالم کو ایک مینڈھا بنا کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے اور پھر حکم دیا ہے: "یہ ہے تمہاری ساری زندگی، اسے حضرت خلیل اللہ کی طرح ذبح کر دو:" ذوالبجادین رض

رسول اللہؐ (حالات سننے کے بعد) یہیں ہمارے قریب ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔

رسول اللہؐ نے عبد العزیٰ کی بجائے عبد اللہ نام رکھا اور اصحاب صفہؓ میں شامل کر دیا۔ یہاں اللہ کا یہ موحد بندہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ قرآن پاک سیکھتا تھا اور آیاتِ ربانی کو دن بھر بڑے ہی ولولہ اور جوش سے پڑھتا رہتا تھا۔

حضرت فاروقؓ! اے دوست! اس قدر اونچی آواز سے نہ پڑھو۔ کہ دوسروں کی نماز میں خلل ہو۔

رسول اللہؐ! اے فاروقؓ! انہیں چھوڑ دو۔ یہ تو خدا اور رسولؐ کے لئے سب کچھ چھوڑ چکا ہے۔

رجب ۹ھ کو اطلاع ملی کہ عرب کے تمام عیسائی قبائل قیصرِ روم کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں اور وہ رومی فوجوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اس وقت عرب کی گرمی خوب زوروں پر تھی۔ رسول اللہؐ نے آدمیوں اور روپے کے لئے اپیل کی۔ حضرت عثمانؓ نے ۹۰۰ اونٹ ۱۰۰ گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ دیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے ۴۰ ہزار درہم دیئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے تمام مال و منال اور نقد و جنس کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ایک حصہ جنگ کے چندے میں دے دیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اللہ اور رسولؐ کے نام کے سوا اپنا سب کچھ اٹھایا۔ اور رسول اللہؐ کی نذر کر دیا۔ حضرت ابو عقیل انصاریؓ نے رات بھر محنت کر کے کل چار سیر کھجوریں کمائیں دو سیر اپنے بیوی بچوں کو دیں اور دو سیر رسول اللہؐ کی خدمت پاک میں پیش کر دیں۔

رشتوں کو کاٹ کاٹ کر پھینک دیا تھا۔ اب ان کے پاس نہ اونٹ تھے نہ گھوڑے تھے۔ نہ بھیڑیں تھیں اور نہ بکریاں، نہ سامان تھا نہ مکان نہ غذا نہ پانی، نہ برتن۔ جسم پر کپڑے کا ایک تار نہ تھا۔ مادرزاد برہنہ اور سمجھ یہ رہے تھے کہ "اب میں مومن اور موحد ہوا ہوں"۔ ماں نے پوچھا تو اب کیا ارادہ ہے؟ کہنے لگے "اب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے ستر پوشی کے بقدر کپڑا دے دیا جائے۔" ماں نے ایک کمبل دیا۔ آپ نے وہیں اس کمبل کے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑا تہ بند کے طور پر باندھا اور دوسرا چادر کے طور پر اوڑھا اور یہ مومن اور موحد اس حال میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

رات کی تاریکی اپنی قوت ختم کر چکی تھی۔ کائنات سورج کا استقبال کرنے کے لئے بیدار ہو رہی تھی۔ پرندے حمد خدا میں مصروف تھے روشنی سے بھیگی ہوئی باد سحر مسجد نبویؐ میں اٹکھیلیاں کر رہی تھی کہ گرد سے اٹا ہوا ذوالبجادینؓ تاروں کی چھاؤں میں مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر آفتاب ہدایت کے طلوع کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں صحن مسجد کے ذرات نے خوش آمدید کا ترانہ چھیڑا۔ معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ حضورؐ نے صحن مسجد میں قدم رکھا تو ذوالبجادینؓ سامنے تھا۔

رسولؐ اللہ۔ آپ کون ہیں؟

ذوالبجادین۔ ایک فقیر اور مسافر عاشق جمال اور طالب دیدار میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔

ابو بکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض اپنے ہاتھوں سے میت کو لحد میں اُتار رہے تھے۔ خود رسول اللہ ﷺ قبر کے اندر کھڑے تھے اور حضرت عمر رض سے فرما رہے تھے۔

اَدَّیَا اِلیٰ اَخِیْکُمَا

(اپنے بھائی کو ادب سے لحد میں اُتارو)

جب میت لحد میں رکھ دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اینٹیں میں خود رکھوں گا" چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے دستِ مبارک سے قبر میں اینٹیں لگائیں اور جب تدفین مکمل ہو چکی تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور فرمایا۔

"الٰہی! میں آج شام تک مرنے والے خوش رہا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔"

حضرت ابن مسعود رض نے جب یہ نظارہ دیکھا تو فرمایا "اے کاش اس قبر میں آج میں دفن کیا جاتا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

والد کا اسم گرامی، حضرت زبیر بن عوام رض والدہ حضرت اسماء رض نانا حضرت صدیق اکبر رض خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رض پھوپھی حضرت خدیجہ رض

عبداللہ ذوالبجادینؓ کے پاس پہلے ہی خدا اور رسول کے نام کے سوا کچھ بھی موجود نہ تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی پیش کر دی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ہجوم آتش بار کے طوفانوں میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ سواریاں اس قدر کم تھیں کہ اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں کے حصے میں ایک ایک اونٹ آیا۔ سامانِ رسد اس قدر قلیل تھا کہ مسلمان درختوں کے پتے کھاتے تھے اور قیصر روم کے مقابلے پر منزل بہ منزل چلے جا رہے تھے۔ عبداللہ ذوالبجادینؓ ولولہ جہاد سے لبریز تھا شوق شہادت سے سرشار تھا۔ اسی دھن میں یہ رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں آیا اور کہنے لگا۔

"یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیے کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔"

رسول اللہؐ نے فرمایا "تم کسی درخت کا چھلکا اُتار لاؤ۔"

عبداللہؓ درخت کا چھلکا لے کر خوشی خوشی حاضر خدمت ہوا۔ حضورؐ نے چھلکا لیا اور اُسے عبداللہ کے بازو پر باندھ دیا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا "خداوندا! میں کفار پر عبداللہ کا خون حرام کرتا ہوں۔"

عبداللہؓ ارشادِ نبویؐ پر کچھ حیران سا رہ گیا اور کہنے لگا "یا رسول اللہ! میں تو شہادت کا آرزومند تھا۔" فرمایا "جب تم راہِ خدا میں نکل پڑے پھر اگر بخار سے بھی مر جاؤ تو تم شہید ہو۔"

اسلامی فوج تبوک پہنچی تھی کہ عبداللہؓ کو سچ مچ بخار آ گیا۔ یہی بخار ان کے لئے پیغام شہادت تھا۔ رسول اللہؐ کو ان کے انتقال کی خبر پہنچائی گئی تو آپ صحابہؓ کے ساتھ تشریف لائے ابن حارث مزنی سے روایت ہے کہ رات کا وقت تھا۔ حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ حضرت

امیر معاویہ: ان لوگوں کا طریقہ کیا تھا؟
ابن زبیر: رسول اللہؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا مسلمانوں نے آپؐ کے بعد ابوبکرؓ کو خود منتخب کیا تھا۔
امیر معاویہ: آج ہم میں ابوبکر جیسی شخصیت کس کی ہے اگر میں یہ راستہ اختیار کروں تو اس سے اختلافات اور بڑھ جائیں گے۔
ابنِ زبیر: تو پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ یا عمر فاروقؓ کا طریقہ اختیار کیجیے۔
امیر معاویہ: ان کا طریقہ کیا تھا؟
ابنِ زبیر:- حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے کسی رشتہ دار کو خلیفہ نہیں بنایا تھا اور حضرت فاروقؓ نے چھ ایسے آدمیوں کو جو ان کے رشتہ دار نہیں تھے انتخاب خلیفہ کا اختیار دے دیا تھا۔
امیر معاویہ: اس کے علاوہ کوئی صورت بھی تمہیں منظور ہو سکتی ہے۔
ابن زبیر: بالکل نہیں۔
امیر معاویہؓ نے سختی کی پالیسی پر عمل کیا۔ اختلاف کرنے والوں کی زبان بندی کر دی اور پھر اہل مدینہ سے یزید کے حق میں بیعت لے لی۔ وفات کے وقت یزید کو وصیت کی "جو شخص لومڑی کی طرح کاوے دے کر شیر کی طرح حملہ آور ہو گا وہ عبداللہ بن زبیر ہے اگر وہ مان لیں تو خیر، ورنہ قابو پانے کے بعد انہیں ختم کر دینا"۔

دادی حضرت صفیہ رضؓ

مدینہ منورہ میں تولد ہوئے۔ سات آٹھ برس کی عمر میں رسول اللہؐ سے بیعت کی عزت حاصل کی ۔ ۲۱ سال کی عمر میں جنگِ یرموک میں شاملِ جہاد ہوئے ۔ فتح طرابلس (۲۶ھ) آپ کے حسن تدبّر کا نتیجہ تھی جنگِ جمل میں حضرت عائشہ صدّیقہ کی حمایت میں دل کھول کر لڑے جنگِ صفین میں غیر جانبدار رہے ۔ جب حضرت حسن رضؓ امیر معاویہ رضؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے تو آپ نے بھی رفع شر کیلئے اُن کی بیعت کر لی ۔ مگر جب انہوں نے یزید کو ولی عہد بنایا تو آپ نے شدید مخالفت کی اس پر امیر معاویہ رضؓ خود مدینہ آئے اور امام حسین رضؓ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضؓ ، حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ وغیرہ کو بلوایا ان سب نے مجلسِ گفتگو میں آپ ہی کو نمائندہ مقرر کر دیا ۔ یہاں جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے ۔

امیر معاویہ :- آپ لوگ میری صلہ رحمی اور عفو درگزر سے خوب واقف ہیں ۔ یزید آپ کا بھائی اور ابنِ عم ہے آپ اُسے برائے نام خلیفہ تسلیم کر لیں ۔ مناصب اور خراج و خزانہ کا سب انتظام آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہو گا ۔ اور یزید اس میں آپ کی مزاحمت نہیں کرے گا ۔ یہ سن کر تمام لوگ خاموش رہے اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا ۔

امیر معاویہ : ابنِ زبیر! آپ ان کے ترجمان ہیں جواب دیجئے ۔

ابنِ زبیر : آپ پیغمبرِ اسلام یا ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کا طریقہ اختیار کیجئے ہم اسی وقت سر جھکا دیں گے ۔

دس شامیوں کو قتل کرا لوں گا۔" اس پر حصین بن نمیر مایوس ہو کر اپنی فوج کے ساتھ شام واپس چلا گیا۔

۲۔ مروان اور دوسرے اکابر بنی اُمیہ مدینہ میں ابن زبیر کی بیعت کے لئے تیار تھے۔ مگر ابن زبیرؓ نے مدینہ پہنچتے ہی ان لوگوں کو نکال دیا۔ اور اُن کے لئے یہ موقع خود بہم پہنچایا کہ وہ شام جا کر ان کی مخالفت کا علم بلند کر دیں، چنانچہ یہ سب لوگ شام گئے اور وہاں انہوں نے مروان کو خلیفہ بنا کر ابن زبیرؓ کے علاقوں پر فوج کشی شروع کر دی اور دمشق، حمص، فلسطین اور مصر سے ان کے گورنروں کو شکستیں دیں اور ملک بدر کر دیا۔

۳۔ بنی ثقیف کے ایک چالاک آدمی مختار ثقفی نے جاہ طلبی کے لئے انتقام حسینؓ کا نعرہ بلند کیا۔ ابن زبیرؓ نہایت آسانی سے ان لوگوں کو بنی اُمیہ سے الجھا سکتے تھے۔ کیونکہ یہ نعرہ فی الاصل انہیں کے خلاف تھا۔ مگر انہوں نے یہ نہ کیا بلکہ الٹا محمد بن حنفیہ، ابن عباسؓ اور اہل بیت کے دوسرے بزرگوں سے بگاڑ لی۔ اور انہیں قید یا جلاوطن کر دیا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مختار ثقفی کو اپنی طاقت بڑھانے کا موقع مل گیا اور اس نے ابن زبیرؓ کے گورنر کوفہ کو ملک بدر کر کے کوفہ اور عراق پر قبضہ کر لیا۔ آخر یہ فتنہ بڑے نقصان پہنچا کر کافی وقت لے کر اور بڑی قربانیوں کے بعد فرو ہوا۔ اور اسی اثناء میں مروان کے جانشین عبدالملک نے اطرافِ شام میں بہت بڑی قوت پیدا کر لی۔ اور قبل اس کے کہ ابنِ زبیر شام پہ فوج کشی کرتے عبدالملک نے عراق پر حملہ بول دیا اور گورنر کوفہ کو شکست دے کر عراق پر قابض ہو گیا۔ اب عبدالملک اس قابل تھا کہ وہ ابن زبیر سے آخری فیصلہ کرے

امیر معاویہ کے انتقال کے جب امام حسینؓ شہید ہو چکے تو ابن زبیر نے تہامہ، حجاز اور مدینہ کے لوگوں سے بیعت لی اور یزید کے عاملوں کو وہاں سے نکلوا دیا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو بڑی فوج دے کر ان کے مقابلے پر بھیجا۔ مسلم نے پہلے مدینہ فتح کیا اور لوٹا۔ پھر ان کے جانشین حصین بن نمیر نے جبل ابو قبیس پر چرخیاں لگا کر خانہ کعبہ پر آتش باری کی اور مکہ معظمہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس اثنا میں یزید کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بیٹے معاویہؓ نے خود ہی خلافت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب ابن زبیر قدرتی طور پر تمام ممالک اسلامیہ کے خلیفہ تھے۔ جس روز امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنا جانشین بنایا، نظام اسلام ختم ہو گیا تھا۔ اب قدرتاً نظامِ اسلام کے احیاء کی پھر صحیح صورت پیدا ہو گئی۔ بڑی توقع تھی کہ امیر معاویہؓ سے جو بہت بڑی اجتہادی غلطی واقع ہوئی ہے، اب وہ نکل جائے گی اور مسلمان پھر ہمیشہ کے لئے اسلام کے صحیح راستے پر آجائیں گے مگر افسوس کہ ابن زبیرؓ سے ابتداء ہی میں کچھ ایسی فروگذاشتیں ہوئیں کہ احیاء اسلام کی تمام اچھی امیدیں جو پیدا ہو رہی تھیں دیکھتے ہی دیکھتے ہمیشہ کے لئے پیوند زمین ہو گئیں۔ فروگذاشتیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) شامی سپہ سالار حصین بن نمیر نے ابن زبیر سے کہا: ہم مشترکہ فوجوں کے ساتھ شام چلیں، اہل شام سب سے زیادہ آپ ہی کی خلافت کو ترجیح دیں گے اور میں وہاں آپ کی بیعت کرانے کی کوشش کروں گا"

ابن زبیر نے جواب دیا:۔

"یہ اس وقت ہو گا جب کہ ایک ایک حجازی کے بدلے میں دس

کے عذاب سے تنگ آکر روزانہ بھاگتے تھے اور حجاج بن یوسف کی صفوں میں شامل ہو جاتے تھے۔ تھوڑے ہی عرصے میں یہ تعداد ۱۰ ہزار تک پہنچ گئی۔ ابن زبیرؓ کے دو لخت جگر۔ حمزہ اور حبیب بھی ان سے الگ ہو گئے اور حجاج کے ساتھ مل گئے۔ تیسرے بیٹے نے بہادرانہ مقابلہ کیا اور میدان جنگ میں شہید ہو گیا۔

اب ابن زبیرؓ اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں مشورہ کے لئے آئے۔ اس وقت حضرت اسماء کی عمر ۱۰۰ برس سے زیادہ تھی۔ جسم میں جتنے مسام ہوتے ہیں، ان کے دل و جگر پر اتنے ہی داغ تھے۔ بیٹے نے کہا:

اماں! میرے تمام ساتھی اور میرے بیٹے میرا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ صرف چند بندگانِ وفا باقی ہیں۔ مگر وہ بھی حملے کا جواب نہیں دے سکتے۔ دوسری طرف دشمن ہمارے مطالبات کو تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ ان حالات میں آپ کا مشورہ کیا ہے؟

حضرت اسماء۔ بیٹا! اگر تم حق پر ہو تو جاؤ اور اس حق کے لئے جان دے دو۔ جس پر تمہارے بہت سے ساتھی قربان ہو چکے ہیں۔ لیکن اگر تم حق پر نہیں ہو تو پھر تمہیں سوچنا چاہیئے تھا کہ تم اپنی اور دوسرے لوگوں کی ہلاکت کے ذمہ دار بن رہے ہو۔

ابن زبیر۔ اس وقت میرے تمام ساتھی مجھے جواب دے گئے ہیں۔

حضرت اسماء۔ ساتھیوں کی عدم رفاقت شریف اور دیندار انسانوں کے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ غور کرو کہ تمہیں اس دنیا میں کب تک رہنا ہے؟ حق کے لئے جان دے دینا حق کو پس پشت ڈال کر زندہ رہنے

اپنے اسی خیال کے ماتحت ایک دن اس نے ایک بہت بڑا مجمع کیا
اور ایک گرم جوش تقریر کی اور پھر مجمعِ عام سے پوچھا
عبدالملک۔ تم میں کون ہے جو ابنِ زبیرؓ کے قتل کا بیڑا اٹھائے۔
حجاج۔ یہ خدمت میں سرانجام دوں گا۔
عبدالملک، کوئی ایسا مردِ میدان ہے جو ابن زبیر کو ختم کر دے؟
حجاج۔ میں یہ فرض انجام دوں گا۔
عبدالملک: کون ہے جو ابن زبیر کا سر قلم کر لائے؟
حجاج۔ یہ خدمت میرے سپرد کی جائے
یہ خدمت حجاج کے سپرد کر دی گئی اور وہ ۷۲ھ میں ایک فوجِ
گراں کے ساتھ مکۂ معظمہ پر حملہ آور ہوا۔ حضرت ابن زبیرؓ حرمِ کعبہ
میں پناہ گزین تھے۔ حجاج نے حرم کو چاروں طرف سے گھیرا اور
آتش زنی اور سنگ باری کو اپنا وظیفہ حیات قرار دے لیا۔ گولے
حرم کعبہ میں گر کر اس طرح پھٹتے تھے جیسے دو پہاڑ ٹکر کھاتے ہیں اور
ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ ابن زبیرؓ بڑے سکون سے آگ
اور پتھروں کی برسات کا مقابلہ کرتے چلے گئے یہاں تک کہ کئی مہینے
ختم ہو گئے۔ جب نماز کا وقت آتا تو آپ صحن کعبہ میں قبلہ رو کھڑے ہو
جاتے۔ آپ کے چاروں طرف پتھروں کی برسات شروع رہتی مگر آپ
گرد و غبار سے زیادہ اسے اہمیت نہ دیتے یہاں تک کہ رسد بالکل
ختم ہو گئی اور فوج سواری کے گھوڑوں کو ذبح کر کے کھانے لگی۔ مکہ
معظمہ کے اندر قحط نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ ہر در و دیوار سے
درد و فریاد کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ ابنِ زبیرؓ کے ساتھی فاقہ کشی

بیٹے کو گلے سے لگا لیا۔ اور بوسہ دیا، پھر فرمایا "بیٹا، اپنا فرض پورا کر دو۔"
ابن زبیر اس وقت زرہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت اسماءؓ کو جب یہ لوہے
کی کڑیاں سی محسوس ہوئیں۔ تو ان کے دل پر ایک دھچکا سا لگا۔ آپ نے
تعجب سے فرمایا "میرے بیٹے! یہ کیا ہے؟ اللہ کی راہ میں جان دینے
والوں کا تو یہ طریقہ نہیں ہوتا۔ اس پر ابن زبیرؓ کھڑے ہوئے۔ زرہ
اتار کر جسم سے الگ پھینک دی اور رجز پڑھتے ہوئے تیغ بکف شامی
فوج کی طرف آتے۔ پھر اس ولولہ و جوش کے ساتھ حملہ آور ہوتے۔
کہ میدان کانپ اٹھا۔ کیونکہ شامی فوج کی گنتی بے قیاس تھی۔ اس واسطے
ان کے ساتھی حملے کی تاب نہ لا کر ادھر ادھر بکھرے۔ اس وقت ایک
شخص نے پکار کر کہا۔ ابن زبیر! پیچھے ہٹ کر حفاظت گاہ میں چلے آیئے
آپ نے آواز دینے والے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور گرجتے ہوئے
شیر کی طرح یہ للکارتے ہوئے آگے بڑھے: "میں اس قدر بزدل
نہیں ہوں کہ اپنے بہادر ساتھیوں کی موت کے بعد خود اسی موت سے
بھاگ نکلوں" ابن زبیرؓ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بپھرے ہوئے
شیر کی طرح شامی فوجوں پر حملے کرتے تھے۔ جس طرف آپ کی تلوار لے
کر اُمنڈھتے تھے صفیں الٹ جاتی تھیں، اور راہیں صاف ہو جاتی تھیں
چونکہ آپ کے جسم کو زرہ کی حفاظت حاصل نہ تھی۔ اس لئے آپ بے دریغ
تلوار چلاتے جاتے اور جسم کا خون برستے ہوئے بادل کی طرح ٹپکتا
جاتا تھا۔ حجاج نے تمام شامی فوجوں کو حرکت دی۔ اپنے منتخب
بہادروں کو آگے بڑھایا۔ اور پھر اس قوت و شدت کے ساتھ حملہ کیا
کہ شامی فوجیں زور کرتے ہوئے خانہ کعبہ کے دروازوں تک پہنچ گئیں۔

سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

ابن زبیرؓ: مجھے اندیشہ ہے کہ بنی اُمیّہ کے لوگ میری لاش کو مثلہ کریں گے۔ مجھے سولی پر لٹکا دیں گے۔ اور کسی بھی بے حُرمتی سے کوتاہی نہ کریں گے۔

حضرت اسماءؓ: بیٹا! جب بکری ذبح ہو جائے تو پھر کھال اتارنے سے اسے کچھ تکلیف نہیں ہوا کرتی۔ اچھا میدانِ جنگ کو سدھارو اور خدا تعالیٰ سے امداد طلب کرکے اپنا فرض ادا کردو۔

ابنِ زبیر نے ماں کے سر کو بوسہ دیا اور کہا۔ اے مادرِ محترم! میں اللہ کی راہ میں کمزور ثابت نہ ہونگا۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ آپ کو اطمینان دلا دوں کہ آپ کے بیٹے نے امرِ باطل پر جان نہیں دی۔

حضرت اسماءؓ: بیٹا! بہر حال میں تو صبر و شکر ہی سے کام لوں گی۔ اگر تم مجھ سے پہلے چل دیئے تو میں صبر کروں گی۔ اگر کامیاب واپس لوٹے تو میں تمہاری کامیابی پر خوش ہوں گی۔ اچھا اب تم قربانی دو، انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔

ابنِ زبیرؓ: میرے حق میں دُعا خیر فرما دیجئے۔

حضرت اسماءؓ: اے اللہ! میں اپنے بیٹے کو تیرے سپرد کرتی ہوں۔ تو استقامت دے اور مجھے صبر و شکر عطا فرما۔"

دُعا کے بعد بوڑھی ماں نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ پھیلا دیئے اور فرمایا۔ بیٹا ذرا میرے پاس آجاؤ تاکہ میں آخری مرتبہ تم سے مل لوں۔

ابنِ زبیر نے کہا ہماری یہ آخری ملاقات ہے آج میری زندگی کا آخری دن ہے۔ اور پھر سر جھکائے آگے بڑھے۔ درد مند ماں نے حوصلہ مند

ہم وہ نہیں ہیں کہ پیٹھ پھیرنے سے ہماری ایڑیوں پر خون کرے
ہم وہ ہیں کہ سینہ سپر رہتے ہیں اور ہمارے پنجوں پہ خون گرتا ہے۔

ابن زبیرؓ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے تلوار چلاتے جاتے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ زمین پر گر پڑے اور دنیا سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئے۔ حجاج نے حسب وعدہ ان کا سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور ان کی لاش شہر کے باہر ایک اونچی جگہ پہ لٹکا دی۔

حضرت اسماء کو اس دردناک انجام کی اطلاع ہوئی، تو آپ نے حجاج کو پیغام بھیجا "ابن زبیرؓ کی لاش کو سولی سے ہٹا دیا جائے"۔ حجاج نے جواب دیا "میں اس نظارے کو قائم رکھنا چاہتا ہوں"۔ حضرت اسماء نے پھر کہا "مجھے تجہیز و تکفین کی اجازت دی جائے"۔ مگر حجاج نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ قریش یہاں آتے تھے اور اپنے نامور فرزند کی لاش سولی پہ دیکھ کر چلے جاتے تھے۔ ایک دن حضرت اسماء بھی اتفاقاً ادھر سے گذریں، ابن زبیرؓ کی لاش اب بھی سولی سے لٹکی کھڑی تھی۔ آپ نے بیٹے پر نظر ڈالی اور فرمایا۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ شاہ سوار بھی اپنے گھوڑے سے اُترے؟

علامہ شبلی نے حضرت اسماء کے ان دلیرانہ الفاظ کا کس قدر اچھا ترجمہ کیا ہے ؎

لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن انکی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار
اتفاقات سے ایک دن جو ادھر جا نکلیں دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں اِک بار

ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اُترتا نہیں اب بھی یہ سوار

لیکن برتری کی باگ اب بھی ابنِ زبیرؓ کے ساتھیوں کے ہاتھ میں تھی یہ مٹھی بھر جوان تلواروں کی بجلی اور نعرۂ ہائے تکبیر کی کڑک کے ساتھ جس طرف رُخ کرتے تھے شامیوں کا ہجوم زیر و زبر ہو جاتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر حجاج بن یوسف بھی اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اُس نے اپنے علمبردار کو آگے بڑھایا اور اپنے سپاہیوں کو للکارا۔ ٹھیک اسی وقت ابنِ زبیر اپنی جگہ سے تڑپ کر اٹھے۔ باز کی طرح لپکے اور اس بڑھتے ہوئے سیلاب کا رُخ پھیر دیا۔ اسی اثناء میں خانہ کعبہ کے میناروں سے اذان کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اس اللہ کے بندے نے تلوار نیام میں ڈال دی اور اپنی ایک صف حجاج بن یوسف کے مقابلے میں چھوڑ کر خود مقام ابراہیمؑ پر جا کر کھڑا ہوا — ابن زبیرؓ جب نماز سے تو لوٹے تو معلوم ہوا کہ آپ کے ساتھی بکھر چکے ہیں علم چھن چکا ہے اور علمبردار قتل ہو چکا ہے اس نظارہ یاس و حسرت سے دل کا جو حال ہوا بیان میں نہیں آسکتا۔ پھر بھی بے بے فوج کا سپہ سالار اور بے علم کا مجاہد مردانہ وار آگے بڑھا اور ایک دس ہزار میں گھس کر تلوار چلانے لگا۔ سامنے سے ایک تیر آیا اور اس نے ابن زبیرؓ کا سر کھول دیا، ماتھا، چہرہ اور داڑھی خون سے تر ہو گئے اس وقت بھی ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھا —

وَلَسْنَا عَلَى الْأَعْقَابِ تَدْمِيْ كلومنا
ولكن على أقدامنا تقطر الدما[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۰۵

سلیمان نے میرے حق میں وصیت نہ کردی ہو۔ آپ مجھے ابھی یہ بتا دیں تاکہ میں استعفےٰ دے کر سبکدوش ہو جاؤں اور وہ اپنی زندگی میں کوئی دوسرا انتظام کر جائیں۔" رجاؔ نے آپ کو ٹال دیا مگر جب وصیت نامہ سامنے آیا تو آپ کا خطرہ صحیح ثابت ہُوا۔ اس وقت خلیفہ سلیمان دُنیا سے رخصت ہو چکے تھے اس واسطے آپ نے عام مسلمانوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! میری خواہش اور تمہارے استصواب رائے کے بغیر مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے میں تمہیں اپنی بیعت سے خود ہی آزاد کئے دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو۔"

مجمع سے بالاتفاق آواز آئی "یا امیرالمومنین! ہمارے خلیفہ آپ ہیں۔" ارشاد فرمایا:۔

صرف اس وقت تک جبتک میں اطاعت الٰہی کی حد سے قدم باہر نہ رکھوں۔" اب شاہی سواریاں پیش کی گئیں کہ آپ محل شاہی میں تشریف لے چلیئے۔ ارشاد فرمایا" انہیں واپس لے جاؤ۔ میری سواری کے لئے اپنا خچر کافی ہے۔ جب آپ دارالخلافت کی طرف روانہ ہوئے تو کوتوال نے حسب دستور نیزہ اٹھا کر آپ کے ساتھ چلنا چاہا مگر آپ نے اسے وہیں روک دیا۔ اور فرمایا۔ میں تو مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں، جب علماؔ نے ممبروں پر حسب رواج آپ کا نام لیا اور درود و سلام بھیجا تو آپ نے فرمایا" میری بجائے سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرو۔ اگر میں بھی مسلمان ہونگا تو یہ دعا مجھے بھی خود بخود پہنچ جائے گی۔ محل شاہی میں پہنچے تو وہاں خلیفہ سلیمان کے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی حیات پاک اس قوم کے لئے جسے اللہ تعالیٰ حکمران ہونے کا شرف بخشے، نمونہ ہے اور آپ کی وفات ہر فانی انسان کے لئے نمونہ ہے اگر وہ حق پر جان قربان کر دینے کا آرزومند ہو۔ یہاں ہم حضرت موصوف کی زندگی اور موت کے مختصر حالات درج کرتے ہیں۔ جب خلیفہ ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو مدینہ منورہ کا گورنر بنایا تو آپ نے فرمایا، اس شرط پر گورنری منظور کرتا ہوں کہ مجھے پہلے گورنروں کی طرح ظلم کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ خلیفہ نے کہا: "آپ حق پر عمل کریں خواہ خزانۂ خلافت کو ایک پائی بھی نہ ملے۔" آپ نے مدینہ منورہ میں پہنچتے ہی علماء و اکابر کو جمع کیا اور فرمایا:۔

"اگر آپ لوگوں کو کہیں بھی ظلم نظر آجائے تو خدا کی قسم مجھے اس کی اطلاع ضرور کر دیں۔" جب تک آپ مدینہ کے گورنر رہے کسی شخص نے آپ سے عدل، نیکی، فیاضی اور ہمدردی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

خلیفہ سلیمان کی آخری بیماری میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو شک ہوا کہ وہ کہیں آپ کو اپنا جانشین نہ بنائیں۔ گھبرائے ہوئے رجا بن حیوۃ (وزیر اعظم) کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: "مجھے خطرہ ہے کہ خلیفہ

قینچی لے کر اس سندِ شاہی کو کتر کتر کر پھینک دیتے تھے۔ صبح سے ظہر تک آپ نے اپنے ذاتی اور خاندانی عطیات کی سندیں اس طرح کاٹ کاٹ کر ضائع کر دیں۔ اپنے ذاتی مال و دولت کو بیت المال میں داخل کرا دیا۔ پھر گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی فاطمہ سے جو خلیفہ عبدالملک کی بیٹی تھیں، ارشاد فرمایا "اپنا وہ بیش قیمت جواہر جو تمہیں عبدالملک نے دیا تھا۔ بیت المال میں داخل کر دو، یا مجھ سے اپنا تعلق ختم کر لو۔"

باوفا اور سیر چشم بیوی یہ سنتے ہی اٹھیں اور اپنے جواہر کو بیت المال میں بھیج دیا۔ جب دامن پاک اور گھر صاف ہو چکا تو آپ اہل خاندان کی طرف متوجہ ہوتے اور یزید اور معاویہؓ تک کے وارثوں کو ایک ایک کر کے پکڑا اور تمام غصب شدہ جائدادیں اور اموال اصل وارثوں کو واپس کرا دیئے۔ مال و دولت اس کثرت سے واپس ہوا کہ حکومت عراق کا خزانہ خالی ہو گیا اور اخراجات کے لئے دمشق (صدر مقام) سے وہاں روپیہ بھیجا گیا۔ بعض خیر خواہوں نے کہا "آپ اپنی اولاد کے لئے کچھ چھوڑ دیں۔ ارشاد فرمایا:۔

"میں انہیں اپنے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔"

آل مروان کی طرف سے لکھا گیا "یا امیرالمومنین! آپ اپنے معاملات اپنی رائے سے طے کر لیں۔ مگر گذشتہ خلفاء کی کارروائیوں کو کالعدم قرار نہ دیں۔" آپ نے فرمایا:

"آپ لوگ مجھے ایک سوال کا جواب سمجھا دیں، اگر ایک ہی معاملہ کے متعلق امیر معاویہؓ اور خلیفہ عبدالملک کی سندات پیش کی جائیں تو فیصلہ کس

اہل وعیال فروکش تھے۔ ارشاد فرمایا۔ میرے لئے ایک خیمہ لگا دیا جائے میں اس میں رہوں گا۔" یہ ہوگیا تو آپ اداس چہرے، حیران آنکھوں اور اڑے ہوئے رنگ کے ساتھ گھر آئے۔ لونڈی نے دیکھتے ہی کہا۔" آپ آج اس قدر پریشان کیوں ہیں؟

فرمایا۔" آج مجھ پر فرض عائد کیا گیا ہے کہ میں ہر مسلمان کا بغیر اس کے مطالبہ کے حق ادا کر دوں۔ آج میں مشرق و مغرب کے ہر یتیم و مسکین کا اور ہر بیوہ و مسافر کا جواب دہ بنا دیا گیا ہوں۔ پھر مجھ سے زیادہ قابلِ رحم اور کون ہو سکتا ہے۔

امیر معاویہؓ سے خلیفہ سلیمان تک جتنے بھی اچھے اچھے علاقے، جاگیریں اور زمینیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں وہ سب بنی اُمیہ والوں کو عطا کر دی گئی تھیں۔ اُمت کی دو تہائی دولت سنداتِ شاہی کے ذریعہ سے بس انہیں لوگوں کے ہاتھ میں تھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بنی اُمیہ والوں کو جمع کر کے کہا۔

" یہ سب اموال اُن کے اصل وارثوں کو واپس کر دو۔"

انہوں نے جواب دیا۔" ہم سب کی گردن اُتار دینے کے بعد ہی یہ ہو سکتا ہے۔"

اس پر عام مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ لوگ جمع ہوگئے تو آپ بھی اپنی تمام خاندانی جاگیروں اور عطیوں کی سندات شاہی کا تھیلہ اٹھائے وہاں تشریف لائے۔ منشی ایک ایک سند کو ہاتھ میں لے کر پڑھتا تو آپ ارشاد فرماتے:

" میں نے یہ جاگیر اصل وارثوں کے حق میں چھوڑ دی۔" اور پھر وہیں

ہم خیال ہو جائے تو پھر بھی یہ نہیں کروں گا۔"

آپ نے سلطنت کے تمام ظالم عہدہ دار جن کے مزاج بگڑے ہوئے تھے، دائرۂ نظم و نسق سے الگ کر دیئے۔ عوام پر ہر قسم کا تشدد یک لخت ہٹا دیا۔ افسران پولیس نے کہا "ہم جب تک لوگوں کو شبہ میں نہ پکڑیں اور سزائیں نہ دیں واردات بند نہیں ہوں گی۔"

آپ نے ان سب کو ایک رقعہ لکھ بھیجا "آپ صرف حکم شریعت کے مطابق لوگوں سے مواخذہ کیجئے اگر حق و عدل پر عمل کرنے سے واردات نہیں رکتی تو اسے جاری رہنے دیجئے۔"

خراسان کے گورنر کا خط آیا کہ اس ملک کے لوگ سخت سرکش ہیں اور تلوار اور کوڑے کے سوا کوئی چیز ان کی سرکشی کو دور نہیں کر سکتی۔ آپ نے جواب بھیجا "آپ کا خیال بالکل غلط ہے۔ بے لاگ حق پرستی اور معدلت گستری انہیں ضرور درست کر سکتی ہے۔ اب آپ اسی کو عام کیجئے"

آپ نے فرمان جاری کیا تھا کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ کا ایک درہم بھی وصول نہ کیا جائے۔ اس حکم کے ساتھ ہی ہزاروں لوگ مسلمان ہو گئے اور جزیہ کی مد کا جنازہ اُٹھ گیا حیان بن شریح نے رپورٹ کی کہ آپ کے فرمان سے لوگ اس کثرت سے مسلمان ہونے لگے ہیں کہ جزیہ کی آمدنی ہی ختم ہو گئی ہے اور مجھے قرض لے لے کر مسلمانوں کی تنخواہیں ادا کرنی پڑتی ہیں۔ آپ نے جواب بھیجا "جزیہ بہر حال موقوف کر دو اور یہ سمجھو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہادی راہ بنا کر بھیجے گئے ہیں محصل خراج بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سارے غیر مسلم مسلمان ہو جائیں اور ہماری تمہاری حیثیت صرف ایک کاشتکار کی رہ جائے۔ کہ ہم اپنے

کے مطابق دینا چاہیئے۔" لوگوں نے کہا "امیر معاویہ کی دستاویز قدیم ہے اسلئے اس کے مطابق فیصلہ دینا چاہیئے۔"

اس پر آپ نے فرمایا: "میں بھی تو اب یہی کر رہا ہوں۔ میں خلیفوں کے فیصلے کو چھوڑتا ہوں اور قرآن قدیم کے مطابق فیصلے دیتا ہوں۔"

دوسری دفعہ یہی بحث چھڑی تو آپ نے فرمایا: "اگر باپ کی موت کے بعد بڑا بھائی تمام جائداد پر قبضہ کرے تو آپ کیا کریں گے؟ لوگ کہنے لگے: "ہم چھوٹے بھائیوں کو بھی ان کا حق دلوا دیں گے۔" آپ نے فرمایا: "خلفائے راشدین کے بعد جو لوگ خلیفہ ہوئے انہوں نے غریبانِ اُمت کی جائداد پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب میں بھی انہیں غریبوں کا حق امیروں سے دلوا رہا ہوں۔

ایک مرتبہ تمام آلِ مروان جمع ہوئے اور انہوں نے آپ کے بیٹوں کے ذریعہ سے آپ کو یہ کہلا بھیجا: "ہم آپ کے رشتہ دار ہیں۔ آپ پہلے خلیفوں کی طرح ہماری قرابت کا لحاظ کریں آپ ہمیں عطیات سے محروم نہ رکھیں۔" آپ نے کہلا بھیجا: "تم لوگ مجھے اللہ تعالےٰ سے زیادہ قریب نہیں ہو۔ اگر میں اس کی قرابت قربان کر دوں تو کیا تم قیامت کے دن مجھے اس کے عذاب سے بچا لو گے۔" لوگوں نے یہ سُنا اور مایوس ہو کر منتشر ہو گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے گھر والوں کے روزینے بند کر دیئے جب انہوں نے تقاضا کیا تو فرمایا: "میرے اپنے پاس کوئی مال نہیں ہے اور بیت المال میں تمہارا حق اسی قدر ہے جس قدر کہ اس مسلمان کا جو سلطنت کے آخری کنارے پر آباد ہو۔ پھر میں تمہیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ کس طرح دے سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! اگر ساری دنیا بھی تمہاری

ضروریات میں کفایت شعاری برتو، میں مسلمانوں کے خزانہ سے ایسی رقم صرف کرنا پسند نہیں کرتا۔ جس سے ان کو براہ راست کوئی فائدہ نہ ہو"
آپ نے شاہی خاندان کے وظیفے بند کر دیئے وہ تمام اخراجات اڑا دیئے جو شوکتِ شاہانہ کے اظہار کے لئے کئے جاتے تھے شاہی اصطبل کی سواریاں فروخت کر دیں اور تمام روپیہ بیت المال میں بھیج دیا۔ پھر ان تمام لوگوں کے نام درج رجسٹر کئے جو کمائی کرنے کے قابل نہ تھے (ان سب کے لئے وظیفے مقرر کئے۔ حکم عام یہ تھا کہ میری سلطنت میں کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ بعض گورنروں نے لکھا:۔ اس طرح تمام خزانے خالی ہو جائیں گے۔
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا جواب یہ تھا" جب تک اللہ کا مال موجود ہے اللہ کے بندوں کو دیتے چلے جاؤ۔ جب خزانہ خالی ہو جائے تو اس میں کوڑا کرکٹ بھر دو۔
حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنی سلطنت کے اندر مسلم اور غیر مسلم کے شہری حقوق یکساں کر دیئے حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ آپ نے قاتل کو پکڑ کر مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیا۔ اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ربیعہ بن شعودی نے ایک سرکاری ضرورت کے لئے ایک غیر مسلم کا گھوڑا پکڑ لیا۔ اور اس پر سواری کی۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ربیعہ کو بلایا اور اسے ۴۰ کوڑے لگوائے۔ خلیفہ ولید نے اپنے بیٹے عباس کو ایک ذمی کی زمین جاگیر میں دے دی تھی۔ ذمی نے دعویٰ کر دیا تو آپ نے عباس سے کہا" تمہارا عذر کیا ہے؟ اس نے کہا" یہ خلیفہ ولید کی سند میرے

ہاتھ سے کمائیں اور کھائیں۔

عدی بن ارطاط گورنر فارس کے عہدہ دار باغوں میں پھلوں کا تخمینہ کر کے انہیں کم قیمت پر خرید لیتے تھے۔ آپ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے تین آدمیوں کی ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی اور عدی کو لکھا اگر یہ سب کچھ تمہاری پسند یا ایماء سے ہو رہا ہے تو میں تم کو مہلت نہ دوں گا۔ میں ایک تحقیقاتی وفد بھیجتا ہوں۔ اگر میری اطلاع صحیح نکلی تو یہ تمام پھل باغات کے مالکوں کو واپس کر دیں گے۔ تم کمیٹی کے کام میں ذرا بھی مداخلت نہ کرنا۔"

ایک مرتبہ یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ بے قرار ہو گئے۔ اسی وقت قلم ہاتھ میں لیا اور یمن کے افسر خزانہ کو لکھا "میں تمہیں خائن قرار نہیں دیتا۔ پھر بھی تمہاری لاپرواہی کو اس کا مجرم قرار دیتا ہوں میں مسلمانوں کی طرف سے ان کے مال کا مدعی ہوں۔ تم اس پر شرعی حلف اٹھاؤ کہ دینار کی گمشدگی میں تمہارا ہاتھ نہیں ہے۔"

سلطنت کا دفتری عملہ شاہی احکام کے اجراء میں کاغذ، قلم دوات اور لفافے خوب استعمال کرتا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ ہوئے تو آپ نے اس فضول خرچی اور نمائش کی طرف بھی توجہ فرمائی اور ابوبکر بن حزم اور دوسرے اہلکاروں کو لکھا۔

" تم وہ دن یاد کرو جب تم اندھیری رات میں روشنی کے بغیر گھر سے مسجد نبوی میں جایا کرتے تھے۔ بخدا آج تمہاری حالت اس سے بہت بہتر ہے۔ اپنے قلم باریک کر لو۔ سطریں قریب قریب لکھا۔ دفتری

مدینہ کے گورنر بنائے گئے تو اس وقت ان کا ذاتی ساز و سامان اس قدر وسیع اور عظیم تھا کہ صرف اسی سے پورے تیس اونٹ لاد کر مدینہ منورہ بھیجے گئے۔ جسم اس قدر تر و تازہ تھا کہ ازار بند، پیٹ کے پٹھوں میں غائب ہو جاتا تھا۔ لباس تنعم اور عطریات بے حد شوقین تھے نفاست پسندی کا یہ حال تھا کہ جن کپڑے کو دوسرے لوگ آپ کے جسم پہ ایک دفعہ دیکھ لیتے تھے اُسے آپ دوبارہ نہیں پہنتے تھے۔ چار چار سو روپے کی قیمت کا کپڑا حاضر کیا جاتا تھا۔ مگر آپ اسے خاطر میں نہیں لاتے تھے خوشبو کے لئے مشک اور عنبر استعمال کرتے تھے۔ رجاء بن حیوۃ (وزیر اعظم خلیفہ ولید) کا بیان ہے کہ ہماری سلطنت میں سب سے زیادہ خوش لباس معطر اور خوش خرام شخص عمر بن عبد العزیزؒ تھے۔ آپ جس طرف سے گذرتے تھے گلیاں اور بازار خوشبو سے مہک جاتے لیکن جس دن خلیفہ اسلام بنائے گئے آپ نے ساری جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کر دیں اور فرش فروش۔ لباس و عطر، ساز و سامان۔ محلات، لونڈی غلام اور سواریاں سب بیچ دیا اور قیمت بیت المال میں داخل کر دی۔ آپ کے پاس لباس کا صرف ایک جوڑا رہتا تھا۔ جب وہ میلا ہوتا اسی کو دھو کر پہن لیتے تھے مرض الموت میں آپ کے سالے نے اپنی بہن فاطمہ سے کہا:

"امیر المومنین کی قمیص سخت میلی ہو رہی ہے لوگ بیمار پرسی کے لئے آتے ہیں اُسے بدل دو۔"

فاطمہ نے یہ سُنا اور خاموش ہو گئی۔ بھائی نے جب پھر بھی تقاضا کیا تو فرمایا:۔

"خدا کی قسم، خلیفۂ اسلام کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے

پاس موجود ہے" آپ نے ارشاد فرمایا" ذمی کی زمین واپس کر دو۔ ولید کی سند کتاب اللہ پر مقدم نہیں ہو سکتی۔ ایک عیسائی نے خلیفہ عبدالملک کے بیٹے ہشام پر دعویٰ کر دیا۔ جب مدعی اور مدعا علیہ حاضر ہوئے تو آپ نے دونوں کو برابر کھڑا کر دیا۔ ہشام کا چہرہ اس بے عزتی پر فرطِ غضب سے سرخ ہو گیا آپ نے دیکھا تو فرمایا" اس کے برابر کھڑے رہو شریعتِ حقہ کی شانِ عدالت یہی ہے کہ ایک بادشاہ کا بیٹا عدالت میں ایک نصرانی کے برابر کھڑا ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے صرف ڈھائی سال حکومت کی تھی۔ اس مختصر مدت میں خلق خدا نے یوں محسوس کیا کہ زمین و آسمان کے درمیان عدل کا ترازو کھڑا ہو گیا ہے اور فطرتِ الٰہی خود آگے بڑھ کر انسانیت کو آزادی۔ محبت اور خوشحالی کا تاج پہنا رہی ہے۔ لوگ ہاتھوں میں خیرات لئے پھرتے تھے مگر کوئی محتاج نہیں ملتا تھا۔ لوگ ناظم بیت المال کے پاس عطیات کی رقمیں بھیجتے تھے مگر وہ عذر کرتے تھے کہ یہاں کوئی حاجت مند باقی نہیں رہا اور عطیات کو واپس کر دیتے تھے۔ عدی بن ارطاط والئی فارس نے آپ کو لکھا کہ یہاں خوشحالی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عام لوگوں کے کبر و غرور میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو گیا ہے۔ آپ نے جواب بھیجا لوگوں کو خدا کا شکر ادا کرنے کی تعلیم دینا شروع کر دو۔

ایک طرف کروڑوں لوگ امن و مسرت اور راحت و شادکامی کے شادیانے بجا رہے تھے اور دوسری طرف وہ وجودِ پاک جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا تھا روز بروز ضعیف و نزار ہوتا چلا جا رہا تھا، اُسے دن کا چین میسر نہیں تھا اُسے رات کی نیند نصیب نہ تھی۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

جب خلافت کی ذمہ داریوں کا پہاڑ آپ پر ٹوٹ پڑا تو غذا اور خوراک کے علاوہ میاں بیوی کے تعلقات سے بھی علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ سارا دن سلطنت کی ذمہ داریاں ادا فرماتے اور رات کے وقت عشاء پڑھ کر تن تنہا مسجد میں بیٹھ جاتے اور ساری ساری رات جاگتے اور گریہ زاری میں بسر کر دیتے۔ فاطمہ سے ان کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ ایک دن اُنہوں نے تنگ آ کر پوچھا تو ارشاد فرمایا:

"میں نے ذمہ داری کے سوال پر غور کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں اس اُمت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ و سفید کاموں کا ذمہ دار ہوں۔ مجھے یہ یقین ہو چکا ہے، کہ میری سلطنت کے اندر جس قدر بھی غریب، مسکین، یتیم، مسافر، مظلوم اور گم شدہ قیدی موجود ہیں۔ اُن سب کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ خدا تعالےٰ ان سب کے متعلق مجھ سے پوچھے گا۔ رسول اللہؐ ان سب کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے۔ اگر میں خدا اور رسولؐ کے سامنے جوابدہی نہ کر سکا تو میرا انجام کیا ہو گا؟ جب میں ان سب باتوں کو سوچتا ہوں تو میری طاقت گم ہو جاتی ہے، دل بیٹھ جاتا ہے آنکھوں سے آنسو بے دریغ بہنے لگتے ہیں۔"

آپ رات رات بھر جاگ کر موت کی جواب دہی پر غور کرتے تھے اور پھر دفعتہً بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ آپ کی بیوی ہر چند آپ کو تسلی دیتی تھیں۔ مگر آپ کا دل نہیں ٹھہرتا تھا۔ حضرت نے اسی حال میں خلافت کے ڈھائی سال گزارے۔ رجب ۱۰۱ سنہ ہجری میں اُمیہ خاندان کے بعض لوگوں نے آپ کے غلام کو ایک ہزار اشرفی دیکر

میں کہاں سے دوسرا کپڑا پہنا دوں" پھر یہ جوڑا سالم نہیں تھا۔ اس میں کئی کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔

ایک دفعہ آپ کی صاحبزادی کے پاس کپڑا نہیں تھا۔ فرمایا "ابھی میرے پاس گنجائش نہیں ہے، فرش پھاڑ کر اس کا کرتہ بنا دیا جائے۔ حضرت کی بہن کو خبر ہوئی تو انہوں نے بچی کے کپڑوں کے لئے ایک تھان لے دیا اور ساتھ ہی کہا۔

" امیر المومنین کو اس کی خبر نہ دینا۔"

ایک مرتبہ آپ کے ایک صاحبزادے نے کپڑے مانگے فرمایا "میرے کپڑے خیار بن رباح کے پاس ہیں۔ ان سے لے لو۔ خلیفۂ اسلام کا صاحبزادہ خوشی خوشی خیار بن رباح کے پاس گیا۔ تو انہوں نے صرف ایک کھدر کا کرتہ نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔ وہ مایوس ہو کر دوبارہ آپ کی خدمت میں آئے فرمایا" اے بیٹا، میرے پاس تو بس یہی کچھ ہے۔ پھر دوبارہ غور کر کے فرمایا" اگر تم نہیں رہ سکتے تو اپنی تنخواہ میں سے ایک سو درہم پیشگی لو، رقم دے دی۔ مگر جب تنخواہ کا وقت آیا تو کاٹ لی۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک ملازم نے آپ کی بیوی سے کہا۔ روز روز یہ دال روٹی ہم سے نہیں کھائی جاتی۔ بیوی نے کہا" میں کیا کر سکتی ہوں۔ امیر المومنین کی روزانہ غذا یہی ہے اور اس کو بھی وہ کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے، ایک دن، طبیعت یہ آ گئی کہ انگور منگائیں۔ حضرت فاطمہ (بیوی) سے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس ایک درہم ہے، میں انگور کھانا چاہتا ہوں" فاطمہ نے کہا۔ خلیفۃ المسلمین ہو کر کیا آپ میں ایک پیسہ خرچ کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ فرمایا" میرے لئے جہنم کی ہتھکڑی سے یہ زیادہ آسان ہے۔"

اگرچہ آپ اس وقت بے حد کمزور تھے پھر بھی ارشاد فرمایا "مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو۔" آپ کو بٹھا دیا گیا تو ارشاد فرمایا "خدا کی قسم میں نے اپنی اولاد کا کوئی حق تلف نہیں کیا، البتہ وہ جو دوسروں کا حق تھا وہ نہیں دیا۔ میرا اور ان کا وارث صرف خدا ہے۔ میں ان سب کو اسی کے سپرد کرتا ہوں۔ اگر یہ اللہ تعالےٰ سے ڈریں گے تو وہ ان کے لئے کوئی سبیل نکالے گا۔ اگر یہ گناہوں میں مبتلا ہونگے تو میں انہیں مال و دولت دے کر ان کے گناہوں کو قوی نہیں بناؤں گا۔"

پھر آپ نے اپنے بیٹوں کو پاس بلایا اور فرمایا "اے میرے عزیز بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی۔ ایک یہ کہ تم دولتمند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے دوم یہ کہ تم محتاج رہو اور تمہارا باپ جنت میں داخل ہو، میں نے آخری بات پسند کر لی ہے۔ اب میں تمہیں صرف خدا ہی کے حوالے کرتا ہوں۔"

ایک شخص نے کہا "حضرت کو روضۂ نبویؐ کے اندر چوتھی خالی جگہ میں دفن کیا جائے۔ یہ سن کر فرمایا "خدا کی قسم! میں ہر عذاب برداشت کر لوں گا، مگر رسول اللہؐ کے جسم پاک کے برابر اپنا جسم رکھواؤں یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا۔"

اس کے بعد آپ نے ایک عیسائی کو بلایا۔ اس سے اپنی قبر کی زمین خریدی عیسائی نے کہا "میرے لئے یہ عزت کیا کم ہے کہ آپ کی ذات پاک میری زمین میں دفن ہو۔ میں اب اس عزت کی قیمت وصول نہیں کروں گا۔" فرمایا "یہ نہیں ہو سکتا۔" آپ نے اصرار کر کے قیمت اسے اسی

آپ کو زہر دلوا دیا۔ آپ کو اس کا علم ہوا تو غلام کو پاس بلا لیا۔ اس سے رشوت کی اشرفیاں لے کر بیت المال میں بھجوا دیں اور پھر فرمایا:

جاؤ میں تمہیں اللہ کے لئے معاف اور آزاد کرتا ہوں۔"

طبیبوں نے فیصلہ کیا کہ زہر کے اخراج کی صورت کی جائے مگر آپ خلافت کی ذمہ داریوں میں ایک منٹ کا بھی اضافہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اطباء سے فرمایا:۔

"اگر مجھے یقین ہو کہ مرض کی شفا میرے کان کی لَو کے پاس ہے۔ تو میں پھر بھی ہاتھ بڑھا کر اُسے قبضے میں نہیں لاؤں گا۔"

خلیفہ سلیمان نے خود ہی یزید بن عبد الملک کو آپ کا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے اس کے لئے حسب ذیل وصیت نامہ لکھوایا:

"اب میں آخرت کی طرف چلا جا رہا ہوں۔ وہاں خدا تعالےٰ مجھ سے سوال کرے گا۔ حساب لے گا اور میں اس سے کچھ چھپا نہیں سکوں گا اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہوں اگر وہ راضی نہ ہوا تو افسوس میرے انجام پر۔ تم کو میرے بعد تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے، رعایا کا خیال رکھنا چاہیئے تم میرے بعد زیادہ دیر تک زندہ نہ رہو گے۔ ایسا نہ ہو کہ تم غفلت میں پڑ جاؤ اور تلافی کا وقت ضائع کر دو۔

سلمہ کو آپ کے اہل و عیال کا بہت خیال تھا۔ انہوں نے عرض کی:۔

"امیر المومنین کاش اس آخری وقت ہی میں آپ انکے لئے کچھ وصیت فرما جاتے۔"

وقت ادا کر دی۔ پھر فرمایا: جب مجھے دفن کرو تو یہ رسول اللہ کے ناخن اور موئے مبارک میرے کفن کے اندر رکھ دینا۔ اسی وقت پیغام ربانی آگیا اور زبان مبارک پر یہ آیاتِ قرآنی جاری ہو گئیں:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ؕ

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسی زندگی اور موت ہر مسلمان کو نصیب کرے۔

ختم شد